

ہر انگہ نیری ماہ کی یکم تاریخ
کوشائع ہوتا ہے۔

مجلس مرکزی حزب الانصار بھیرہ و ادارہ عالیہ کچھیاکارجان

قیمت سالانہ دو روپے
حلیہ ڈیڑھ روپیہ

شمس الاسلام

مجلس مرکزی
حزب الانصار بھیرہ



جلد ۱۲ | بھیرہ پنجاب - بابت چادہی الثانی ۱۳۶۶ھ مطابق جولائی ۱۹۴۶ء | نمبر

حضرت امیر حزب الانصار کی گرفتاری درد مند مسلمانوں کا فرض کیا ہے؟

مجاہد ملت حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بگوتی، میر مجلس مرکزی حزب الانصار و بانی فوج محمدی و مہتمم مدرسہ عربیہ عزیزینہ بھیرہ، قانون دفاع ہند کے ضابطہ ۱۲۴ کے ماتحت ۲۰ جون ۱۳۶۶ء کو لاہور میں گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ مجلس حزب الانصار، فوج محمدی، اور مدرسہ عزیزینہ جیسے ضروری و مفید اداروں اور "شمس الاسلام" ایسے خادم دین جریہ کا وجود و بقا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے بعد اس عالم اسباب میں مولانا موصوف ہی کی سرفرازانہ جدوجہد اور مجاہدانہ سعی و کوشش کا مہینہ منت رہا۔ اب جبکہ مولانا کو "جریم بے گناہی" کی پاداش میں جیل کی آہنی سلاخوں کے نیچے بند کر دیا گیا ہے۔ تمام حساس اور درد مند مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اولین فرصت میں تینوں مذکورہ بالا اداروں اور رسالہ "شمس الاسلام" کی بیش از پیش مالی امداد و اعانت فرما کر اپنے دینی احساس کا ثبوت پیش کریں اور عند اللہ ماجور و عند الناس شکور ہوں۔ "شمس الاسلام" کی امداد کی بہترین صورت یہ ہے کہ اس کے خریدار کثرت کے ساتھ ہتیا کئے جائیں۔ تمام امدادی رقیں منشی غلام حسین صاحب بھیرہ جریہ "شمس الاسلام" بھیرہ - پنجاب کے پتہ پر بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی یہ صریح بھی ہونی چاہیے

ذکر یہ رقم کسی مدین شریعہ کی جائے

حکومت پنجاب کا افسوسناک اقدام

(از پروفیسر حکیم تاج الدین احمد صاحب تاج لاہور)

نہایت ہی افسوس اور دلی اندوہ کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بگٹی امیر مجلس حزب الانصار بھیرہ و قائد تبلیغ فوج محمدی ۲۰ جون ۱۹۱۷ء کو بعد نماز جمعہ زیر دفعہ ۱۲۹ لاہور میں گرفتار کر لئے گئے۔ مولانا مدوح نے فوج محمدی کے قافلوں کی روانگی کے انتظام کے لئے لاہور کو مرکوز قرار دے کر فوج محمدی کا ایک عارضی دفتر لاہور میں قائم کر لیا تھا۔

مولانا مدوح کی مساعی جیلہ سے کالا باغ کے غیر مستحق مسلمانوں یعنی فوج محمدی کے شہزادوں کا بھی پہلا قافلہ ہی ۸ جون کی رات کو لاہور سے کھنڈ روٹ ہوا تھا کہ شیعہ کمیوں اور سرکاری شیعہ نوآز طبقوں میں کھلبلی مچ گئی اور ۲۰ جون کو یہ غیر متوقع اور روح فرسا حادثہ پیش آیا

غرض طلب امر یہ ہے کہ کیا یہ لوگ کسی کے مذہب پر حملہ کرنے جارہے تھے؟ یا کسی کو برا کہنے اور گالیاں دینے جارہے تھے؟ کیا کسی کی مدح بیان کرنا یا اپنے بزرگوں اور شیوخ کا نام لینا بھی کسی قانون میں جرم ہے؟

کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ پچھلے دنوں اسی پنجاب سے نو ہزار شیعہ شہزادوں کا رسالہ کو گالیاں دینے اور ان کی ذات اقدس پر تبرا کرنے کے لئے لکھنؤ گئے۔ لیکن اُس وقت تو حکومت پنجاب کی مشینری کے چرخوں میں ہرگز ہرگز کوئی حرکت پیدا نہیں ہوئی اور ان گالیاں بکھنے والوں اور تبرا کرنے والوں پر کوئی قانونی پابندی

عائد نہیں کی۔ لیکن تحفظ نامہ میں صحابہ کے جذبہ کے ماتحت پیرامن قافلوں کی روانگی کا انتظام کرنے والوں پر جبراً دفعہ ۱۲۹ عائد کر کے ان کو گرفتار کر لیا جاتا ہے۔ العجب ثم العجب! دراصل حکومت پنجاب نے یہ غیر منصفانہ اور غیر عادلانہ اقدام کر کے تمام ہندوستان کے سنی مسلمانوں میں سخت بے چینی اور بھجان پیدا کر دینے والی نا عاقبت اندیشیہ اور غیر دانشمندانہ حرکت کی ہے۔

کیا ہم حکومت پنجاب سے یہ توقع کر سکتے ہیں کہ وہ سنی مسلمانوں کی وسیع ترین اکثریت کے مقابلہ میں شیعہ اقلیت کی جانبدارانہ اور حمایت نوادہ پالیسی کو ترک کر کے اور اپنے اس عاجلانہ حکم کو واپس لیتے ہوئے حضرت مولانا مدوح کی رائی کا فوری حکم صادر فرمائے گی؟

اہم حیران ہیں کہ حکومت پنجاب کو اس معاملہ میں سیدراہ اور مزاحم ہونے یا اس پچھے میں ٹانگ اڑانے کی کیوں ضرورت پیش آئی؟ فوج محمدی جانے اور حکومت یوہا پی جانے۔ حکومت یوہا پی بیشک ان قافلوں کو گرفتار کرتی چہرے۔ گو حکومت یوہا پی کا یہ فعل سراسر ظلم و ستم پر مبنی ہے مگر حکومت پنجاب نے مدح صحابہ رضہ کرنے والے قافلوں اور ان کے ڈکیتوں پر کسی قسم کی پابندی عائد کی۔ تو اس کے صاف اور صریح معنی یہ ہونگے کہ حکومت یوہا پی تو مدح صحابہ رضہ کرنے کے بدستور مسلمانوں کو گرفتار کرتی ہے۔ لیکن پنجاب اس سے بھی دو قدم آگے ہے۔ یعنی یہ مدح صحابہ رضہ کا ارادہ کرنے والوں کو بھی گرفتار کرنے کا

اسلام اور اشتراکیت

چودھری افضل حق صاحب کے خیالات پر سرسری نظر

(۵)

(از مسرتب)

گزشتہ اشاعت میں اس سلسلہ مضامین کو "شمس الاسلام" میں آئندہ جاری نہ رکھنے کے ارادہ کا اظہار کیا گیا تھا لیکن بعض اہل علم خریداروں کو ہمارا یہ ارادہ پسند نہ آیا اور انہوں نے زوردار الفاظ میں یہیں اس سلسلہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا مشورہ دیا ہے۔ اس لئے ان حضرات کے حکم کی تعمیل میں اس سلسلہ مضامین کی مزید چار قسطیں ذیل میں صفحہ کی جاتی ہیں۔ (مرتب)

محترم چودھری صاحب نے اپنے اس نظریہ کی تائید میں کہ:-

"مخصوص امارت ناجائز ہے اور امراء کا گروہ ملت کفر" جو دلائل دیئے گئے تھے۔ ان میں سے اکثر دلائل کی شرعی حیثیت پر بحث کر چکا ہوں۔ اب ان میں سے صرف دو دلیلیں باقی رہ گئی ہیں جن میں سے صرف ایک دلیل پر اس صحبت میں روشنی ڈالنا چاہتا ہوں چودھری صاحب فرماتے ہیں:-

"اسی لئے پیغمبروں نے جب کبھی پکارا، غریبوں ہی کو پکارا۔ جب منتظم کیا، غریبوں ہی کو کیا"

کیا پیغمبروں کی دعوت امراء کیلئے نہیں تھی؟

میں کیا کہوں کہ چودھری صاحب ایسے دانشمند اور باخبر انسان کے قلم سے ایسا بے معنی فقرہ کیونکر نکل گیا؟ پیغمبروں کی پکار ان کی قوم کے تمام افراد کے لئے ہوتی ہے۔ اس سے نہ غریب مستثنیٰ ہوتا ہے نہ امیر نہ مسلمان نہ کافر نہ چودھری صاحب کے نظریہ کے مطابق بھی پیغمبروں کی پکار سے امراء مستثنیٰ نہ ہونے چاہئیں۔ کیونکہ آپ امراء کو "ملت کفر" سمجھتے

ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ملت کفر بہ نسبت "ملت اسلام" کے پیغمبروں کی دعوت اور پکار کے زیادہ محتاج ہیں۔ ڈاکٹر اور طبیب کی ضرورت تندرست سے زیادہ بیمار کو ہے۔ لیکن چودھری صاحب خیالات کی جو نئی دنیا آباد کر رہے ہیں، اس کی ایک ندرت اور جدت یہ بھی ہے کہ بیمار دوا کے بغیر لا علاج پڑا ہے اور طبیب تندرست انسان کی نصیحت پر ہاتھ رکھ کر بیمار کا تماشا دیکھ رہا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میں بیماروں کا نہیں بلکہ تندرستوں کا معالج ہوں۔

قرآن کریم ہر درد کی دوا ہے۔ اس نے کسی بھی روحانی مریض کو مایوس نہیں کیا۔ بلکہ انہیں حیات جاودانی کا یقین دلایا ہے۔ بشرطیکہ وہ اس قرآن کو جو "شفاء لما فی الصدور" ہے، اپنی زندگی کا دستور العمل بنالیں۔ مگر چودھری صاحب کے نظریہ کو تسلیم کرنے کے بعد قرآن مجید کی پوزیشن اس طبیب اور ڈاکٹر سے زیادہ نہیں رہتی، جو بیمار کا علاج تو کیا کرے گا، اس پر نصیب کے ساتھ مخاطب بھی پسند نہیں کرتا۔ بلکہ کہتا ہے کہ میری دعوت اور پکار تو صرف مرنے والوں کے لئے ہے۔

قرآن کریم میں امراء کے لئے احکام

اگر پیغمبروں کی دعوت اور پکار صرف غریبوں کے لیے ہے جیسا کہ چودھری صاحب کا خیال ہے، تو یہ قرآن پاک میں جا بجا نکتہ ادا کرنے کا حکم موجود ہے۔ اس کا مخاطب کون ہے؟ حج کا حکم کس کے لئے ہے؟ قربانی کس پر ہے؟ صدقہ فطرا ادا کرنے کی تعلیم کس کو دی گئی ہے؟ نزع کس سے وصول کیا جاتا ہے؟ غلاموں کو خرید کر خدا کی راہ میں اتنا دیکر نے کی ترغیب کس کو دی جا رہی ہے؟ جہاد میں مالی قربانیوں پر کس کو ابھارا جا رہا ہے؟ کیا تمام احکام مفلسوں کے لئے ہیں؟ کیا یہ سب دعوت اور پکار غریبوں کے لئے ہے؟ اگر چودھری صاحب یہ فرمائیں کہ ہاں ان احکام کے مخاطب بھی غریب ہی ہیں، تو پھر کیا کہتے ہیں غریبوں کی اس ہمدردی کے، جس کے ہم سے میں آپ نے ان بے چاروں کا کچھ مرہی نکال لینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ سرمایہ داروں کے مظالم کا رونا رونے سے پہلے آپ کو اللہ میاں کے ان احکام کے خلاف پُر زور احتجاج "کرنا چاہیئے، جس نے غریبوں سے وہ کام لینا چاہا، جو ان کی استطاعت سے باہر ہے۔ اور اگر آپ فرمائیں کہ یہ احکام غریبوں کے لئے نہیں ہیں تو پھر بتائیے کہ آخر ان کا مخاطب کون ہے؟

اسلام کے ان احکام سے جہاں چودھری صاحب کے اس نظریہ کی تردید ہو رہی ہے کہ :-

"پیغمبروں نے جب کبھی پکارا، غریبوں ہی کو پکارا۔" وہاں آپ کے اس خیال کی غلطی بھی صاف طور پر واضح ہو رہی ہے جس کو آپ بار بار دہراتے ہیں اور اس کو اپنے غلط مفروضات کی اساس و بنیاد بنائے بیٹھے ہیں :- "اسلام میں امراء کا وجود ہی نہیں ہے"

افسوسناک حیرت

اگر اسلام امراء کے وجود کا قائل نہیں ہے اور اس کی دعوت

صرف غریبوں کے لئے ہے، تو آخر یہ احکام ہیں کس مرض کی دوا؟ اور ان کی ضرورت ہی کیا باقی رہ جاتی ہے؟ قرآن پاک نے اگر ایک طرف زکوٰۃ و صدقات ادا کرنے والے دولت مندوں کا ذکر فرمایا ہے، تو دوسری طرف زکوٰۃ و صدقات کے حقدار یعنی غرباء و فقراء کا بھی تذکرہ کیا جس سے یہی صاف معلوم ہوا کہ غریب اور امیر دونوں کے وجود کو اسلام نے قبول کیا ہے، لیکن چودھری صاحب غصے میں آکر لکھتے ہیں :-

"بجدا انسانوں کو امیر و غریب دو گروہوں

میں تقسیم کرنا خدا کا نہیں، یہ شیطان کا فعل ہے

کسی کا امیر اور کسی کا غریب ہونا ہی باعث فساد ہے۔"

افسوس ہے کہ چودھری صاحب نے اس موقع پر تیزی طبع سے کام لے کر دہر اندیشی کا ثبوت نہیں دیا۔ یہ افسانہ نویسی کا میدان نہیں ہے کہ ہر موبوم اور فرضی چیز کو چٹخارے لے لے کر پڑھا جائے گا۔ یہ مذہبی گفتگو ہو رہی ہے اور اس میں ثقاہت، حزم و احتیاط اور ادب کی جس قدر ضرورت ہے، ظاہر ہے۔ یہاں ہر قدم پر محاسبہ ہوتا ہے۔ ایسے مواقع میں "دل نا شاد" کو "یار" کا "پاس ادب" بہر حال چاہیئے۔ چودھری صاحب کو سوچنا چاہیئے تھا کہ ان کے الفاظ کی زد کہاں کہاں پڑے گی؟ آپ کی نیت خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو، لیکن اس قسم کے الفاظ سخت قابل اعتراض ہیں۔

امراء و غرباء کی تنظیم

چودھری صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ :-

"پیغمبروں نے جب منظم کیا، غریبوں ہی کو کیا"

حالانکہ یہ دعوائے بھی ان کے دوسرے دعووں کی طرح غلط اور خلاف واقعہ ہے۔ میں اپنے مضمون کی قسط اول میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل پیش کر چکا ہوں کہ آپ نے مدینہ منورہ میں رطلی افروز ہو کر غریب و مہاجرین اور دولت مند

کے مقابلہ میں شیر خیزا ہے، نہ غریب کو امیر کے مقابلہ میں کبریٰ کی حیثیت دی ہے، اسلام کا سلوک اور عدل و انصاف کے لئے یہ سکھاتا ہے۔

جبکہ بنی الامیہ جیسا سرمایہ دار بلکہ تخت و تاج کا مالک انسان اسلام قبول کرنے کے بعد مکہ معظمہ حاضر ہوتا ہے۔ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کی خوب آؤ بھٹکت کی۔ اس کے اعزاز میں شاہانہ جلوس نکالا

بظاہر جبکہ کی ذات کے ساتھ بہت سی تبلیغی توقعات وابستہ ہو گئیں۔ اس کے باوجود جب جبیلہ نے طواف کے دوران میں ایک غریب مسلمان کو لٹیر کسی معقول وجہ کے تقہر مارا اور اس غریب مسلمان نے امیر المومنین سے فریاد کی اور انصاف چاہا، تو امیر المومنین نے حکم دیا کہ غریب مسلمان جبیلہ کے بھی اسی طرح تقہر مارے۔

مفسدہ۔ جبیلہ سرمایہ دار اور غریب کے مابین اسلام کے اس مساویانہ اور منصفانہ سلوک کو برداشت نہ کر سکا اور مرتد ہو جاتا ہے، لیکن امیر المومنین اس کے ارتداد کی پروا نہیں کرتے اور اس کی خاطر امیر کو شیر اور غریب کو بکری کی حیثیت دینے پر تیار نہیں ہوئے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ حضرت اسماءہ رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک ایسے شکر کا سردار بناتے ہیں جس میں بعض جلیل القدر مسلمانوں کو صرف سپاہی کی حیثیت دی گئی تھی۔ بعض لوگ امیر المومنین کے اس فیصلہ پر خوش نہیں ہوئے اور وہ چاہتے ہیں کہ کسی بڑے آدمی کو سردار مقرر کیا جائے لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر ان لوگوں کو خاموش کر دیا کہ:-

”اسماءہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سردار

مقرر کیا تھا۔ مجھے کیا حق حاصل ہے کہ میں ان کو

معزول کر دوں؟“

انصاف کے مابین عہدِ مواخاۃ (بھائی چارہ) قائم فرمایا۔ یہ واقعہ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ حضور علیہ السلام نے غلام اور امراء کی مشترکہ تنظیم فرمائی دونوں کو ایک لٹری میں پر دیا۔ دونوں کو ایک سطح پر کھڑا کر دیا۔ یہ حقیقت اپنی روش اور اس قدر کھلی ہوئی ہے کہ چودھری صاحب نے اس کے جواب میں بے بس ہو کر اور اپنے نظریہ کی کمر دکھائی کو محسوس کرتے ہوئے سکوت ہی مناسب سمجھا۔ ہاں فرمایا تو اتنا فرمایا کہ:-

”مولانا مسلمانوں میں امیر و غریب کے طبقات

قائم رکھ کر زیادہ سے زیادہ شیر اور بکری کو

ایک گھاٹ پانی پلا کر دنیا کو معجزے کا قائل

کرنا چاہتے ہیں، مگر میری بصیرت یہ ہے کہ اسلام

سرکس ماسٹری نہیں کہ شیر کو سدھلے اور بکری

کے پاس کھڑا کر کے ایک گھاٹ پانی پلائے“

میں دلیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل پیش کر دیا ہوں اور چودھری صاحب اس کا جواب دینے کے بجائے صرف یہ کہہ کر گلو خلاصی کرنا چاہتے ہیں کہ ”اسلام سرکس ماسٹری نہیں۔ امراء اور غلام کی مشترکہ تنظیم اگر ”سرکس ماسٹری“ ہے تو فرمائیے کہ کس کھائی کس نے؟ ایک غلط نظریہ کے موجد ہونے کی حیثیت سے یہ آپ کا فرض ہے کہ آپ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو ”سرکس ماسٹری“ کی پھبتی کا نشانہ بننے سے بچائیں۔

اسلام کا معجزہ

لیکن مصیبت یہ ہے کہ محترم چودھری صاحب ایک غلط چیز کو صحیح ثابت کرنے کے لئے متعدد غلطیوں کا ارتکاب فرماتے اور قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ آپ سے کس بھلے مانس نے یہ کہہ دیا کہ میں امیر و غریب کو شیر اور بکری کی حیثیت دیتا ہوں۔ اسلام نے نہ امیر کو غریب

یہ اور اس قسم کے صدہا واقعات اسلامی تاریخ میں آپ کو مل سکتے ہیں جن سے یہ حقیقت اہم نشتر ہو جاتی ہے کہ اسلام نے ایک طرف تو امراء کا غرور توڑا اور دوسری طرف غرباء میں عزت نفس اور سر بلندی کا احساس پیدا کیا۔ قائم دونوں کو رکھا، مگر شیر اور بکری کی حیثیت میں نہیں بلکہ یوں کہتے کہ دونوں کو شیر و شکر بنا دیا اور جس سرمایہ دار نے غریب کے مقابلہ میں شیریں کر رہنا چاہا۔ اس کو مسلمانوں کی جماعت سے یوں الگ کر دیا گیا، جیسے کہن میں سے ہال نکال کر پھینک دیا جاتا ہے۔ اسلام کا یہی وہ معجزہ ہے جس کو چودھری صاحب "سکرس ماسٹری" سے تعبیر فرما رہے ہیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

(قسط ۷)

شخصی امارت کو ناجائز اور ابراء کے گروہ کو "بلکت کفر" ثابت کرنے کے لئے چودھری صاحب نے جس قدر دلائل ۲۳ مارچ کے "زمزم" میں پیش کئے تھے۔ ان میں سے ایک ایک کی حقیقت کو طشت از باہم کر چکا ہوں۔ اب ان کی ایک آدھائی ناز و دلیل کو نقل کرتا ہوں۔ لیکن اسے نقل کرنے سے پہلے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ چودھری صاحب اب کھوٹے ہتھپتیا روں پر اتر آئے ہیں۔ آپ نے متانت کو بالائے طاق رکھ کر گفتگو کا ایسا طریق اختیار کر لیا ہے جو کسی طرح بھی ان کے شایان شان نہیں ہے۔ ۲۷ مئی کے "زمزم" میں انہوں نے اس عاجز کو "کشمیری پنڈت" "یحیٰی" "وزد بکت چراغ داشتہ" "علماء یہود کا مثیل" اور "مخرف قرآن" قرار دے کر اپنے دل کی بیڑ اس نکالی ہے۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ قاسمی کے جسم میں ہندو راجپوتوں کی رُوح حلول کر گئی ہے (یہ آج معلوم ہوا کہ آپ اپنے بزرگوں کی تقلید میں اوگوں اور تناسخ کے بھی قائل ہیں) یہ مانا کہ چودھری صاحب بڑے پایہ کے افسانہ نویس

ہیں اور میں اس شرف سے محروم ہوں (خدا اس سے مجھے ہمیشہ محروم ہی رکھے) لیکن آخر میں بھی ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں کچھ نہ کچھ لکھ سکتا ہوں۔ میرے ہاتھ میں بھی قلم ہے۔ میں اگر چاہوں تو اسی زبان میں جو محترم چودھری صاحب نے استعمال فرمائی ہے۔ آپ کی نسبت بہت سی تلخ اور ناگوار باتیں کہہ سکتا ہوں، لیکن جن حضرات نے میرے مضامین کو پڑھا ہے۔ ان کو معلوم ہو گا کہ میں نے اس قسم کے تیز اور ناگوار الفاظ چودھری صاحب کے حق میں کہیں استعمال نہیں کئے۔ نہ آئندہ سو قیام نہ زبان استعمال کر کے شرافت کو کندھ چھری سے ذبح کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کے مائد کردہ الزامات و اعتراضات کا جواب تو انشاء اللہ اپنے موقع پر دوں گا۔ لیکن میں سخت کلامی کے جواب میں اس کے سوا اور کچھ کہنا نہیں چاہتا کہ

بدم گفتی و خور سندی عفاک اللہ کو گفتی
جو اب تلخ سے زبید لب بدل شکر خارا
اس شکوہ کے بعد اب محترم چودھری صاحب کی دلیل سنئے!

"جب بنی کریم اور خلفائے راشدین نے کوئی

سرمایہ دارانہ نظام اپنے لئے ردا نہ رکھا، تو

دوسروں کو اس امتیاز کے ساتھ میلوقات

کا کیا حق ہے" (زمزم) ۲۳ مارچ ص ۲۴

نبی کریمؐ، خلفائے راشدینؓ اور سرمایہ داری

و حقیقت یہ دلیل نہیں صرف ایک مغالطہ ہے۔

میں پوچھتا ہوں کہ اس سے آپ کی مراد کیا ہے؟ کیا یہ

ثابت کرنا مقصود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے سرمایہ داری کو حرام

سمجھ کر ترک فرمایا تھا۔ اس لئے سرمایہ داری مطلقاً حرام

کے لئے حرام ہے۔ اگر آپ کا مقصد یہی ہے تو تو یہ

قرآن و حدیث کی تصریحات، صحابہ کرامؓ کے ارشادات اور ان کے عمل کے خلاف ہے۔ جیسا کہ میں قسط کے میں ثابت کر چکا ہوں۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے لئے نثر تلال کی دوا فرمائی تھی۔ اگر مالی امتیاز کے ساتھ کسی شخص کو بسر اوقات کا حق حاصل نہیں ہے تو حضورؐ نے یہ جو عالمیوں فرمائی؟ اور اگر آپ جو اب میں یہ فرمائی کہ حضورؐ علیہ السلام اور خلفاء راشدینؓ نے اگرچہ سرمایہ داری کو حرام نہیں فرمایا لیکن ان کا سرمایہ داری کو اختیار نہ کرنا ہی اس کے حرام ہونے کی دلیل ہے تو اس پر بھی وہی اعتراض وارد ہوتا ہے جو اوپر عرض کر چکا ہوں کہ یہ نظریہ قرآن و حدیث و صحابہؓ کی تصریحات کے خلاف ہے۔

علاوہ برائے دلیل کو تسلیم کرنے کی صورت میں تو بہت سی ایسی چیزیں بھی حرام قرار پائیں گی، جو شریعت کے رو سے حرام ہیں نہ کسی نے انکو آج تک حرام کہا ہے۔ مثلاً حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گھر والوں نے کبھی پے درپے دو دن تک بھی جو کی روٹی پرٹ بھر کر تینا دل نہیں فرمائی۔ چچا شیکہ گہوں کی روٹی سے پرٹ بھرا ہو۔ خود چودھری صاحب تعریف کے رنگ میں لکھتے ہیں :-

"یہ نہ تھا کہ نچتہ مکان بنالیں۔ اس میں بھلیاں ڈٹ کرالیں اور گرمیوں میں پنکھا چھوڑ کر میری اور آپ کی طرح اسلام میں امیری کے جواز و عدم جواز پر مضامین لکھیں یا غوب مرغن غذا میں کھائیں اور وعظ یہ فرمائیں کہ نبی کریم نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا تھا۔ خود فخرہ لباس پہنیں اور فاروق اعظمؓ کے پیوند لگے۔ لباس پر فخر کریں" (زمزم پبلشرز)

صحت کالم سے

اگر حرام اور حلال کا معیار یہی ہے کہ جو چیز سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ نہیں کھائی یا ہمیشہ کے لئے اختیار نہیں فرمائی، تو مرغن غذا اور بھلی کے پنکھے ہی کی کیا خصوصیت ہے؟

گہوں کی روٹی کا کھانا بھی حرام ہو جائے گا چوتھی جو کی روٹی کا روزانہ اور پیٹ بھر کر کھانا بھی جائز نہ ہوگا۔ بکری کا گوشت، مرغ کا گوشت (جو ہم تمام ہند نام احراریوں کا عموماً اور چودھری صاحب کا خصوصاً من بھانا کھا جاتا ہے) پھلی اور پرندوں کا گوشت، فواکہ و میوہ جات اور تمام دیگر ماکولات سب کے کھانے کو حرام قرار دیجیے اور قرآن کریم میں جہاں کہیں "کلوا من طیبات ما رزقناکم" (ہماری دی ہوئی پاکیزہ چیزوں سے کھاؤ) ارشاد ہوا ہے، وہاں "طیبات" کی تفسیر "جو کی روٹی" سے فرمائیے اور جرأت کے ساتھ یہ اعلان کیجیے کہ :-

میں اگرچہ سرمایہ داری کے خلاف جب وعظ کہنے بیٹھتا ہوں، تو کہنے کو یہاں تک کہ دیتا ہوں کہ

"جو سرمایہ دارانہ عادات رکھے اور امیروں کی سخی عام

حرکات کرنے وہ بھی دوزخ کا ایندھن ہے" (زمزم)

۳۰ اپریل صحت کالم میں، لیکن افسوس کہ میں نے بھلیاں

احرار کے دفتر میں جلسوں اور کانفرنسوں میں تمام

سرمایہ دارانہ حرکتوں اور عادات کو اپ تک جائز

رکھا۔ میں نے دفتر میں بھلی ڈٹ کرائی، بھلی کا پنکھا اور غوب

لگوا یا، ٹاٹ اور کھانا کے بجائے میز اور کرسیاں

رکھی گئیں جلسوں اور کانفرنسوں میں ہزاروں روپے

کی لاگت سے پنڈال تعمیر کرائے۔ صدر اور مقرنین

کے لئے تقریباً ایک ایک منزل اونچے شیج بنوائے

(حالانکہ تخت پر بیٹھ کر احکام نافذ کرنے سے مجھے

سخت اختلاف ہے) شائد گیلیریاں تعمیر کررائیں

(و خدا جانتے امیروں کی سی کیا حرکتیں میں نے روا

رکھیں۔ میں اپنے قول و فعل کے اس تضاد پر نادم

ہوں اور اعلان کرتا ہوں کہ آئندہ کوئی احراری اس

قسم کی سرمایہ دارانہ حرکتوں کا ارتکاب نہ کرے۔

سروں کے تیل سے مٹی کے چراغ جلانے جائیں۔

بھلی قطعاً استعمال نہ کی جائے کہ سرمایہ داروں کی

دفعیانہ عادت ہے۔ موثر اور بیل کے سچے اونٹ اور گدھے کی سواری اختیار کی جائے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں سواری کے یہی دو جانور تھے۔ جو کی روٹی کے سوا اپنے نفس پر ہر چیز کو قطعی حرام قرار دے دیا جائے۔ وہ بھی پیٹ بھر کر ہرگز نہ کھائیں، اس لئے کہ حضور علیہ السلام اور آپ کے اہل بیت نے جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی کسی اور کو یہ حق کس طرح حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ سرمایہ دارانہ امتیاز کے ساتھ بسر اوقات کرے؟

غرض اگر جائز و ناجائز اور حلال و حرام کا معیار وہی ہے جو چودھری صاحب کے ”دعوت“ سے سمجھ میں آتا ہے، تو آپ کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار باقی نہیں رہتا کہ آپ ان تمام چیزوں کو جن کا اوپر ذکر ہوا، اعتقاد ہی اور علی طور پر حرام سمجھیں اگر محترم چودھری صاحب ان چیزوں کو ترک کرنے کے لئے تیار نہ ہوں، تو ان کو یہ حق کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتا کہ تمام سرمایہ داروں کو تو بیک جنبش قلم جنہی قرار دیں اور خود جنت کے ٹھیکیدار بنکر ایشیٹے پھریں۔

لیکن میں بتانا چاہتا ہوں کہ حلت و حرمت کا یہ معیار قطعاً صحیح نہیں ہے۔ نہ مذکورہ بالا چیزوں کا استعمال شرعاً ممنوع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے اہلبیت و خلفائے راشدین نے اگر سرمایہ داری کو علی الدوام اختیار نہیں کیا۔ یا لہذا نہ کو ترک فرمایا تو اس سے ان چیزوں کی حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ میں اس مسئلہ کو قدرے تفصیل کے ساتھ عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

حضور علیہ السلام کی زندگی کے تین دور

انسان کی زندگی میں معیشت کے لحاظ سے تین طرح کی حالتیں پیش آتی ہیں۔ (۱) فقر (۲) کفاف (بقدر ضرورت نکال)

(۳) غنا (مالداری)، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس اور کامل ترین زندگی میں یہ تینوں حالتیں یکے بعد دیگرے پیش آئیں۔ چنانچہ علامہ قرطبی رحمہ اللہ ”فقر“ اور ”غنا“ پر ”کفاف“ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”جَمَعَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى لَسْبِيَّتُهُ الْحَالَاتِ الثَّلَاثَ الْفَقْرَ وَالْعَنَى وَالْكَفَافَ فَكَانَ الْأَوَّلُ أَوَّلَ حَالَاتِهِ فَقَامَ بِوَجِبِ ذَلِكَ مِنْ مَجَاهِدَةِ النَّفْسِ ثُمَّ فَتَحَتْ عَلَيْهِ الْفَتْوحَ فَصَارَ بِذَلِكَ فِي حِدِّ الْأَعْنِيَاءِ فَقَامَ بِوَجِبِ ذَلِكَ مِنْ بَذْلِ الْمُسْتَحَقَّةِ وَالْمُؤَاسَاةِ لَهُ وَالْإِثَارَ مَعَ اقْتِصَارِهِ مِنْهُ عَلَى مَا يَسْتَضِرُّهُ عِيَالُهُ وَهِيَ صُورَةُ الْكَفَافِ الَّتِي مَاتَ عَلَيْهَا“ (فتح الباری شرح بخاری جلد ۱۱ ص ۳۱۵)

(یعنی) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تینوں حالتیں جمع کر دیں، یعنی فقر، غنا، اور کفاف۔ حالت فقر تو آپ کے اوائل کے حالات سے ہے جس میں آپ نے ریاضت نفس کا پورا حق ادا کر دیا۔ پھر آپ پر فتوحات کا دروازہ کھولا گیا، تو آپ ان فتوحات کے ذریعہ اغنیاء (مالداروں) کی حد میں داخل ہو گئے۔ چنانچہ آپ نے اس حالت کا حق بھی پورا پورا ادا فرمایا، یعنی اپنا مال مستحق لوگوں پر صرف کرتے اور لوگوں کی غمخواری اور ایثار فرماتے رہے۔ اور اپنے عیال کے لئے ضرورت کی چیزوں پر اکتفا فرمایا۔ یہ حالت کفاف ہے، جس پر آپ کی وفات ہے۔“

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام پر ”غنا“ (مالداری) کا ایک دور بھی گزر چکا ہے اور یہ قرآن پاک کی آیت ذیل سے بھی بصراحت ثابت ہے:-

”وَدَّعَدَكَ عَائِشًا“ (یعنی) اللہ تعالیٰ نے آپ کو نادار خانہ خانی

غرض اس میں شبہ نہ رہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مقدس زندگی کے ایک دور میں مالدار بھی رہ چکے ہیں بلکہ

نہیں فرمائیں، بلکہ انسانی زندگی کے ہر جائز مرحلہ سے گذر کر عملی نمونے بھی دنیا کے سامنے رکھے ہیں۔ امیر بن کر شکر نعمت کے اور فقیر بن کر صبر و قناعت کے وہ عملی نمونے دکھائے کہ ساری کائنات میں ان کی مثال چاروں طرف ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل سکتی۔

حضرات صحابہ میں معیشت کے مختلف درجے

چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ تینوں حالتیں محمود اور پسندیدہ تھیں اور ان میں سے کوئی حالت بھی اپنی ذات میں مقصود نہ تھی مقصود صرف تقویٰ تھا اور وہ آپ کی قبول حالتوں میں برابر قائم رہا۔ اس لئے آپ کی اُمت کو یہ رعایت و سہولت عطا ہو گئی کہ وہ بھی تقویٰ کو قائم رکھتے ہوئے تینوں حالتوں میں سے جس حالت کو اپنے مناسب حال سمجھے، اختیار کرے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام صحابہ رضامند و معیت کے لحاظ سے ایک جیسے نہیں ہوئے بعض نے فقر اختیار فرمایا، بعض نے تمول اور بعض نے کفاف۔ ستینا عثمان غنی رضی اللہ عنہ (جو خلفاء راشدین اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) اور دیگر کثیر الشمارہ جلیل القدر صحابہ نے اپنے انتقال کے بعد لاکھوں روپے وارثوں کے لئے چھوڑ گئے۔ ان سب حضرات کا عمل صحیح تھا۔ ان میں سے کسی پر نیکر جائز نہیں۔

اکثر صحابہ کی حالت کیا تھی؟

یہ خیال کرنا کہ تمام صحابہ یا جمہور صحابہ رضاً فقرا اختیار کئے ہوئے تھے، غلط ہے، بلکہ ان میں سے اکثر اور زیادہ تر وہ حضرات تھے، جنہوں نے غنا یا کفاف کی حالت اختیار فرمائی تھی۔ چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ ایک جگہ فرماتے ہیں:-
 ”وَدَعَوَىٰ اَنَّا جَمْعُهُمْ الصَّحَابَةُ كَانُوا عَلَى الْاَثَقِلِّ وَالْقَهْدِ مَجْمُوعَةً“
 حالات کی بنا پر ناقابل تسلیم ہے

آپ نے اس حالت پر دوام اختیار نہیں کیا اس کی حکمت و مصلحت ابھی بیان ہوگی، لیکن مالدار ہونا سرے سے قطعاً حرام اور کفر ہوتا (جیسا کہ چودھری صاحب کا عقیدہ ہے) تو یہ حالت کفر“ حضورؐ پر کبھی اور کسی وقت بھی وارد نہ ہوتی۔ کیونکہ کفر بالقرآن سے لیکر اب تک تمام مسلمانوں کا یہ متفقہ عقیدہ چلا آیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی پوری زندگی میں کفر و شرک اور گناہوں سے معصوم تھے لیکن اگر چودھری صاحب کا نظریہ تسلیم کر لیا جائے، تو اس کے ساتھ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی (معاذ اللہ) کفر و معصیت کے ایک دور سے بھی گذر چکی ہے اور ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معصومیت اور پاک دہنی پر اس سے زیادہ خطرناک حملہ آور کوئی نہیں ہو سکتا۔

حضورؐ کے غنا اور ترک غنا کی حکمت!

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ فقر کی زندگی بسر فرماتے تو نادان دشمن کہہ سکتے تھے کہ یہ فقر وفا و دعویٰ نبوت کی سزا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو مالدار بنایا۔ مالدار بھی ایسا کہ گویا زمین نے اپنے تمام مافیل خزانے اُگل کر رکھ دیئے اور یوں دشمنوں کو بتایا کہ دنیا کی دولت تو حضورؐ کے قدموں میں ہے اس لحاظ سے حضورؐ پر حالت غنا کا وارد ہونا ضروری تھا۔

اور اگر حضورؐ کی ساری زندگی دولت مندی میں گذرتی تو بد بطن دشمن یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ یہ نبوت و رسالت کا ڈھونڈ دولت جمع کرنے ہی کی غرض سے تو کھڑا کیا گیا ہے۔ اس لئے حضورؐ نے دولت کو خدا کی راہ میں لٹا کر اور فقر اختیار کر کے بتا دیا کہ آپ کی سمجھ میں دینا کے تمام خزانے آخرت کے مقابلہ میں ایک کھوٹے پیسے کے برابر بھی قدر و قیمت نہیں رکھتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تعلیمات ہی پیش

کہ یہ تہارے لئے سارے مال کو خیرات کرنے سے بہتر ہے۔
 ان چند مثالوں سے صاف معلوم ہوا کہ ہر شخص کو کسی
 ایک حالت کا پابند بنانا شریعت کا منشاء نہیں ہے۔
 میرا ارادہ تھا کہ چودھری صاحب کی ایک ایک غلط
 چیز پر تنقید کروں، لیکن یہ سلسلہ ضرورت سے زیادہ طویل
 ہو رہا ہے۔ اس لئے چودھری صاحب کی بعض دیگر غلطیوں
 کو نظر انداز کر کے آئندہ انشاء اللہ ان کے اہم اور بنیادی
 نظریوں پر تنقید کا سلسلہ شروع کر دوں گا۔ (دبیدہ التوفیق)

(قسط)

اشتراکیت دراصل مغربی سرمایہ داروں کے ظلم و اعتداء کا
 رد عمل ہے۔ فی الحقیقت یہ دونوں راستے غلط ہیں۔ ایک
 راستہ افراط کا ہے اور دوسرا تفريط کا۔ اسلام کی راہ تو وسط
 و اعتدال کو اختیار کرنے والا ہر انسان اس امر پر مجبور ہے
 کہ وہ ان دونوں غیر فطری راہوں پر چلنے سے احتراز کرے۔
 دونوں پر دگرام انسانیت کے لئے مرض کا حکم رکھتے ہیں۔
 مغربی طرز کی سرمایہ داری اگر بمنزلہ دق کے ہے تو اشتراکیت
 بمنزلہ پلیگ کے۔ لیکن کس قدر دکھ کی بات ہے کہ بعض
 مسلمان سرمایہ پرستی کے دق سے بچنے کے لئے اشتراکیت
 کے پلیگ کو دعوت دے رہے ہیں اور "مراد آباد کا مردہ"
 ماسکو میں زندہ ہونے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔

اشتراکی تحریک کا مقصد

اشتراکی تحریک کے پروگرام کے دو جز ہیں۔ (۱) اقتصادیات
 (۲) دہریت کی تردید و اشاعت اور مذہب و خدا پرستی
 کا استیصال۔ پہلا جز تو محتاج بیان نہیں۔ دوسرے جز کا
 ثبوت اشتراکی تحریک کے پرجوش حامی پرنسپل پھیبل اس
 کی منقولہ ذیل تحریر سے ہی مل سکتا ہے:-
 "سوشلسٹ لوگ مذہب کی ابتداء اس کی نشوونما

کیونکہ فتوحات کے بعد صحابہ رضو
 قسم کے تھے بعض وہ تھے جنہوں
 نے غنائم نفس کے دھف کے ساتھ
 متصف نہ بننے کے باوجود اپنے
 اموال کو اپنے پاس رکھا اور بیچی،
 صلہ رحمی اور غمخواری کر کے خدا کا
 تقرب حاصل کیا اور بعض دھفے
 جو اپنی پہلی حالت (فقر) پر ہی قائم
 رہے اور جو کچھ فتوحات سے ان کو
 ملا، اس سے کچھ باقی نہ رکھا۔ اس
 قسم کے صحابہ پر نسبت پہلی جماعت
 کے تھوڑے تھے۔"
 (فتح الباری جلد ۱ ص ۱۸)

ایک ہی حالت کا سب کو پابند بنانا شریعت کا منشاء نہیں ہے

بات اصل میں یہ ہے کہ فقر، غنا اور کفاف کی موزونیت
 انسانوں کی صلاحیت اور ان کے حالات پر موقوف ہے۔ ان
 میں سے کسی حالت کی نسبت حتی طور پر یہ خیال کر لینا کہ وہ ہر
 شخص کیلئے ہر وقت زندہ ہے، بہت بڑی غلطی ہے۔ حضرت
 صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جنگ تبوک کے موقع پر گھر کا سارا
 سامان لاکر حنفہ کے قدموں میں ڈال دیتے ہیں۔ حضور
 اس اشیاء سے ان کو منع نہیں فرماتے۔ فاروق اعظم رضی اللہ
 عنہ نصف سامان پیش کرتے ہیں۔ ان سے زیادہ کا مطالبہ
 نہیں فرمایا۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ایک دفعہ
 عرض کرتے ہیں "یا رسول اللہ! میں سارا مال خدا کی راہ میں
 خرچ کرنا چاہتا ہوں" لیکن حضور علیہ السلام نے جواب
 میں ان سے اشد فرمایا:-

"أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَا لَكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ"
 (بخاری شریف جلد ۱ ص ۱۹) یعنی "کچھ مال اپنے لئے روک لے"

مآخذ یقیناً قابل وثوق ہوگا۔ چودھری صاحب کے سوال کا تفصیلی جواب تو مولانا موصوف ہی دے سکتے ہیں۔ میں اپنے محدود معلومات کی بناء پر اجمال کے درجہ میں اتنا بتا سکتا ہوں کہ اشتراکی تحریک (جس کو چودھری صاحب "دعوتِ اسلامی کی تجدید" قرار دیتے ہیں) کے ایک مجدد "ٹرائسکی" کا نظریہ یہ تھا کہ :-

"حکومت عوام کے مفاد ہی کے لئے قائم کی جانی چاہئے، لیکن عوام کی باتوں پر دھیان دینا ضروری نہیں ہے بلکہ ان کے خیالات اور احساسات کو تبلیغ و اشاعت کے ذریعہ حکومت کے حسب حال ڈھالا جاسکتا ہے"

(کتاب "لینن" مترجم ڈاکٹر اشرف ص ۸۷)

ٹرائسکی چونکہ لینن کا معتوب بھی رہ چکا ہے۔ اس بناء پر ممکن ہے کہ غریب ٹرائسکی کے نظریہ کو چودھری صاحب قابل اعتبار نہ سمجھیں، اس لئے خود لینن ہی کے حسب ذیل اشاروں میں مولانا ابوالاعلیٰ کے بیان فرمودہ تفصیلی حقائق کو سمجھنے کی کوشش فرمائیے!

"سیاسی اعتبار سے ایک قسم کا استبداد قائم کئے

بغیر چارہ نہ ہوگا۔ تاکہ جو دشمن ابھی باقی ہیں" ان پر

قابو رہے۔" (کتاب "لینن" ص ۱۷۸)

اشتراکی مساوات و اخلاق کی گھناؤنی تصویر۔

محترم چودھری صاحب اشتراکی تحریک کی جس مساوات کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں اور اس کو "اسلامی دعوت کی تجدید" قرار دیتے ہوئے نہیں تھکتے۔ اس کی حقیقت آپ کو اقتباسات ذیل سے معلوم ہو سکتی ہے :-

(۱) "نذہبی فرقتِ اطاعت، غربت، اور عفت کے حلف

لیا کرتے تھے۔ عفت وہ خوبی نہیں، جس پر انتہائی

اشتراکی اخلاق مقرر ہوں، لیکن اطاعت اور کسی

تک غربت کا تقاضا ضرور کرتے ہیں۔ خلاف درزی

ضبط کی سزا کسی بڑے آدمی کے لئے علانیہ تہنید اور

اعلیٰ عہدے کا چھن جانا ہے (چند سطروں کے بعد)

صنعتِ نازک دعوت۔ انی حالت ذلیل بنتی۔ غلام

پر عرصہ حیات تنگ تھا غریب کی دنیا تاریک تھی۔

اسلام نے دنیا کو مساوات کی بنیاد پر نئی تعمیر کی دعوت

دی۔ روس کے اقدامات اس اسلامی دعوت کی تجدید

ہیں۔" (آزادی ہند" مولفہ چودھری صاحب ص ۹۱)

چودھری صاحب نے ۲۴ فروری کے "زمزم" میں لکھا تھا

کہ :- "اب روس میں (نبی کریم اور صحابہ کرامؓ کے بعد) ایک

دور آیا ہے۔ جب شہر یاری کا تختہ الٹ کر عوام کی حکومت

قائم کی گئی ہے۔"

تو اس پر میں نے عرض کیا تھا کہ :-

"چودھری صاحب نے روس کے موجودہ لمحہ اور

جابرانہ نظام کا ثبوت اور خلافتِ راشدہ کے نظام

سے رشتہ ثابت کر کے شدید غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔"

اس کے بعد میں نے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی ایک تحریر

نقل کی تھی جس میں بتایا گیا تھا کہ روس کا نظام بھی دراصل سرمایہ

داری کی بدترین اور جابرانہ شکل ہے۔ وہاں کے کارکنوں میں

اشتراکی فوجی سپاہی مزدوروں کو خوفزدہ رکھنے کے لئے سنگین

چڑھائی ہوئی رائفلیں لئے ٹہلتے پھرتے ہیں۔ غرض وہاں بھی صحیح

معنوں میں عوام کی حکومت نہیں۔ چودھری صاحب نے اس پر

پھر کر فرمایا :-

"بہتر ہوتا کہ مولانا کسی اس شخص کا حوالہ دیتے، جس

سے محترم مدیر ترجمان القرآن (مولانا مودودی) نے یہ

خیالات حاصل کئے ہیں۔ تاکہ پتہ چل سکتا کہ سرمایہ داروں کی

ایجنٹ تو نہیں، جو کہ ڈروں، روپے پانی کی طرح بہا کر روسی

نظام حکومت کو بدنام اور برباد کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ غریب

امراء کے عجب سے نکلنے کا سہارا نہ پائیں" (زمزم "۱۱ مئی ۱۹۷۷ء)

روس میں استبداد

مولانا مودودی ایک ذمہ دار اہل قلم ہیں۔ ان کی تحریر کا

اشتراکیوں کے ساتھ دوستی قائم کرنے کا وعظ

چودھری صاحب نے یہ تو نہیں فرمایا کہ اشتراکیوں کا وہ پروگرام قابل قبول ہے جس کا تعلق مذہب کے استیصال سے ہے۔ لیکن اشتراکیوں کے اس ناقابل معجزہ کو ہلکا کرنے اور مسلمانوں کو ان دشمنانِ خدا و اعداءِ مذہب سے ٹانوس کرنے کے لئے آپ نے جو مغالطے دیئے ہیں، وہ سننے کے قابل ہیں۔ چودھری صاحب فرماتے ہیں :-

(۱) "مسلمانوں کو سوشلسٹوں سے نفرت نہ کرنی چاہیے۔"

اگر وہ خدا کے قائل نہیں، تو بروئے مذہب تن خداؤں کے ماننے والے عیسائی اور دو کروڑ دوتواؤں کے پجاری ہندو سے تو برا نہیں مغربی دین سے پوچھو۔

منکر مشرک سے بہر حال بہتر ہے (خطبہ صمدات احرار کا نفرنس پشاور صلا)

(لیکن مغربی دین" سے یہ بھی پوچھا جائے کہ اگر دوس کا دہریہ ایک عیسائی سے بہتر ہے، تو پھر عیسائی عورت کے ساتھ مسلمان مرد کا نکاح بروئے مذہب کیوں جائز ہے اور دوس کی دہریہ عورت کے ساتھ کیوں حرام؟ قاسمی)

(۲) "سوشلسٹ ذہن کے اعتبار سے بین الاقوامی اور

دل میں مساوات کا جذبہ رکھنے کی وجہ سے احرار کے قریب ہے۔ ان دو راہ رواں ترقی کو ایک اکیلا رہنے کے بجائے دشمنوں کو ایک اور ایک گیارہ دکھائی دینا چاہیے" (خطبہ مذکورہ صلا)

چودھری صاحب نے اس عاجز کو نصیحت فرماتے ہوئے لکھا تھا کہ :-

"جزوی مشابہت سے مشابہت تاثر کا لگن نہ لگنا

چاہیے" (نظم "ارمشی صلا کالم صلا)

لیکن آپ نے دیکھا کہ خود چودھری صاحب اسلام اور

چھوٹے آدمیوں کے لئے نازل کیا دہشت ہوتا ہے اور سزائے کفایت سے لے کر روس کے وسیع علاقوں کے کسی دور افتادہ اور ناپسندیدہ حصے میں جلا وطنی تک ہوتی ہے؟ (منقول از کتاب "سویٹ روس کا

نظام کار" مترجم جناب مولوی مظہر علی صاحب انہرق) یہ چھوٹے مہر برے کا سوال اومان کی سزا میں نمایاں امتیاز ملاحظہ فرمائیے اور پھر چودھری صاحب سے پوچھیے کہ کیا "اسلامی دعوت مساوات کی تجدید" اسی کو کہتے ہیں؟ مرد اور عورت کے درمیان جس قسم کی مساوات اور اخلاق اشتراکی پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ذرا اسے بھی حامی اشتراکیت پر نسیل چھبیلدا اس کے الفاظ ذیل میں دیکھئے !

(۳) "سوشلزم تو ہر بات میں عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق دیتی ہے" (سوشلزم صلا)

(۴) "عورت بھی تو چاہتی ہے کہ میں بھی چند لمحوں کے لئے اس دردِ مر (خائفی کاموں) سے نجات حاصل کر کے

اپنے دوستوں اور ساتھیوں میں مل جل کر بیٹھوں" (صلا)

(۵) "روس میں کسی بھی نیچے کو ناجائز یا حرامی نہیں سمجھا جاتا۔ بچوں کی پرورش کے لئے ملک بھر میں ہزاروں آشرم قائم کئے گئے ہیں۔ جہاں کام پر جانے والی عورتیں اپنے بچوں کو چھوڑ جاتی ہیں" (سوشلزم صلا)

منقولہ بالا اقتباسات کو پرنسپل چھبیلدا اس نے اتنے آبر کے ذیل میں درج کیا ہے جس کے ذریعہ اشتراکی لوگ مذہب کو یلپامیت کرنے کی گزشتہ بیس سال سے کوشش کر رہے ہیں۔ گویا بھی "مساوات" کا مقصد بھی مذہب کی بیج گئی، عورتوں کے لئے "دست" "ہتیا کرنا، عفت و پاکدامنی کا تصور تک دلوں سے نکالنا، اور خالص "اور حرامی" کا امتیاز اٹھا دینا ہے، لیکن افسوس صد افسوس کہ چودھری صاحب اس "مساوات" کو اسلامی مساوات سے ان خود سمجھتے ہیں۔

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُنْتَنِي

معیشت کے اختلاف درجات اور شخصی ملکیت کے جواز سے اشتراکیوں کی دیکھا دیکھی کلیۃً انکار ہے۔ حالانکہ یہ دونوں چیزیں اسلام میں بالارباب ثابت ہیں۔ وراثت، زکوٰۃ، صدقہ فطر، قربانی، بیع و شراء، ہبہ، وصیت، عادیۃ، اجارہ، غصب، سرقت، شفعہ، ہبن، مہر، وغیرہ ابواب اور ان کی ہزار ہا جزئیات غرض اسلام کے بے شمار مسائل و احکام کا دار و مدار شخصی ملکیت کو تسلیم کرنے پر ہے۔ شخصی ملکیت کا انکار ان تمام چیزوں کے انکار کو مستلزم ہے یہی وجہ ہے کہ اس چودہ سو برس کے طویل عرصہ میں کسی بھی مسلمان نے آج تک شخصی ملکیت کا انکار نہیں کیا، نہ کسی کو اس کا حوصلہ ہوا۔ تمام اسلامی لٹریچر اس پر گواہ ہے۔ اسی حقیقت کو دیکھتے ہوئے چودھری صاحب کو پیش بندی کے طور پر تمام اسلامی لٹریچر پر ہاتھ صاف کرنا پڑا۔ چنانچہ آپ نے لکھا ہے کہ:-

"یہ یاد رہے کہ ہمارا سارا مذہبی لٹریچر سرمایہ داری کے قلم میں تیرہ سو سال تک ذکیاں کھاتا ہوا ہم تک پہنچا ہے۔"

علماء اسلام اور چودھری صاحب

تیرہ سو سال کے تمام اسلامی لٹریچر کو "کفر" قرار دینے کے بعد چودھری صاحب کے نزدیک سرمایہ داری گھر ہے) اگرچہ علماء اسلام کی علمی حیثیت کو بے وقت ثابت کرنے کی خصوصی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ تاہم چودھری صاحب نے "خطبات مقدمہ کے طور پر جا بجا علماء اسلام کو آڑے ہاتھوں لیا ہے۔ حالانکہ علماء اسلام نے چودھری صاحب کو اب تک مخاطب نہیں کیا۔ یہ گناہ صرف راقم الحروف سے سرزد ہوا ہے، لیکن یہ چودھری صاحب ہی پر کیا موقوف ہے۔ ہر تجدد پسند انسان جب ایک نیا نظریہ اور نیا پروگرام لیکر اٹھتا ہے، تو اس کا سب سے پہلا حملہ علماء اسلام ہی پر ہوتا ہے۔ اُسے یقین ہوتا ہے کہ میرے متجددانہ عزائم کی راہ میں اگر کوئی چھڑکاؤ بن سکتی ہے تو وہ علماء کا وجود ہے۔ اس لئے جب تک

اشتراکیت میں برائے نام اور جزوی مشابہت ہی کی بناء پر اشتراکیت کو "اسلامی دعوت کی تجدید" قرار دیتے ہیں۔ اور اسی بنیاد پر سرمایہ داروں کو تو دشمن کہتے ہیں۔ مگر اشتراکیوں کو اللہ کی دہریت اور مذہب دشمنی کے باوصف سینے سے لگا کر کی دعوت عام دے رہے ہیں۔ حالانکہ یورپ کا عیسائی سرمایہ ہم سے جتنا دُور ہے، روس کا اشتراکی دہریہ بھی ہم سے اتنا ہی دُور ہے، بلکہ اس سے بھی بڑھ چکا دُور۔

اسلام اور اشتراکیت میں فرق اور اس کے وجوہ

میں اوپر عرض کر چکا ہوں کہ اسلام اور اشتراکیت کے اقتصادی پروگرام میں کئی وجوہ سے فرق ہے۔ اشتراکیت کے اقتصادی پروگرام کی بنیاد خالصتہً اور کلیۃً مادہ پرستی پر ہے لیکن اسلام کا اقتصادی پروگرام خدائی قانون پر مبنی ہے۔ یہ ایک ایسا بنیادی فرق ہے کہ اگر کوئی مادہ فرق نہ بھی ہوتا جب بھی یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ اسلام اور اشتراکیت کا پروگرام ایک ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ اگرچہ اسلامی نظام میں کوئی انسان بھوکا نہیں رہ سکتا۔ اسلامی حکومت رعایا کے تمام افراد کو روزی مہتیا کرنے پر مذہباً مجبور ہے لیکن اس کے باوجود اسلام معیشت کے باب میں اختلاف درجات کا قائل ہے اور اشتراکیوں کا زبانی اعلان کے خلاف ہے۔ فرق کی تیسری وجہ یہ ہے کہ اسلام نے جہاں بعض چیزوں میں تمام انسانوں کا حق مساوی تسلیم کیا ہے، وہاں بعض چیزوں میں شخصی اور انفرادی ملکیت کو بھی جائز رکھا ہے لیکن اشتراکیت، انفرادی اور شخصی ملکیت کے سرے سے خلاف ہے فرق اور بھی کئی وجوہ سے ہے، لیکن میں ان کو زیر بحث لانے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔

جو سنا کچھ کبھی نہ ہوا تھا، وہ اب ہوا

وہ اہل مصلح تشریح نہیں اور غالباً چودھری صاحب کو بھی اس وجہ فرق سے انکار نہ ہوگا لیکن چودھری صاحب کو

تو گویا قرآن کریم کے ترجمے سرمایہ داری (یعنی کفر) کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں، اس لئے شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی، شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی، حکیم الامتہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہم کے اردو فارسی ترجمے بھی قابل اعتبار نہ رہے۔ حدیث، فقہ اور تفسیر کو پیش کرنا بھی بے کار ہوگا۔ کیونکہ وہ سب تیرہ سو سال کے اسی لٹریچر میں داخل ہیں جو بقول چودھری صاحب سرمایہ داری یعنی کفر کے قلم میں ڈبکیاں کھاتا ہوا ہم تک پہنچا ہے۔ وہ سب موجودہ علمائے اسلام مثلاً مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا کفایت اللہ، مولانا شبیر احمد عثمانی وغیرہم تو یہ سب حضرات بھی تو آخر انہیں سو فی صدی علماء میں سے ہیں، جو انگریزی ذہن کا شکار ہیں۔

اب لے دے کہ قرمہ خاں مجتہد اسلام مارکس اور مغیرہ قرآن "یعنی پرہیزگارتا ہے۔ جن کی تحریک (اشتراکیت) بقول چودھری صاحب کے "دعوت اسلام کی تجدید" ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ میں جب تک ان دونوں کی تجدید اور "مفسرانہ" حیثیت کو تسلیم نہیں کرتا، فیصلہ کی کوئی راہ نہیں نکل سکتی۔

چودھری صاحب کے خلاف مولانا آزاد کا فیصلہ یاس وقنوط کے اس عالم میں امیدور جا کی ایک ہلکی سی کرن بھی مجھے نظر آئی۔ جب میں نے دیکھا کہ محترم چودھری صاحب نے ایک آیت کے ترجمہ و تفسیر کے سلسلہ میں مولانا ابوالکلام آزاد کی تفسیر ترجمان القرآن سے استدلال کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ چودھری صاحب کم از کم مولانا آزاد کو "ہندوستان کے سو فی صدی" انگریزی ذہن رکھنے والے علمائے زمرہ میں داخل نہیں سمجھتے۔ مناسب معلوم ہوا کہ میں چودھری صاحب ہی کے مدد و ح مولانا آزاد کی وہ رائے، جو انہوں نے قرآن مجیب کے مطالعہ کے

اس گروہ کی وقت مسلمان کے دل سے نکالی جائے، کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ غرض محترم چودھری صاحب کو چونکہ احساس تھا کہ شخصی ملکیت کے مسئلہ سے کوئی بھی عالم دین انکار نہیں کرے گا۔ اس لئے آپ نے پیش بندی کے طور پر فرمایا کہ:-

"قسمتی سے ہندوستان میں سو فی صدی علماء اسلام شخصی ملکیت کو انگریزی قانون کے مطابق پرنٹ پریسیٹی سمجھ کر بحث کرتے ہیں" "نہزم" اور مٹی صحت کاظم گویا ہندوستان کے سو فی صدی علماء کو کام اسلامی ذہن سے محروم اور انگریزی ذہن کا شکار ہیں۔

ایک اشکال

اب میں حیران ہوں کہ چودھری صاحب کے سامنے پیش کیا کروں؟ خاص قرآن مجید پیش کرتا ہوں تو محترم چودھری صاحب اس کی زبان (عربی) سے نا آشنا ہیں۔ وہ زبان حال کہ رہے ہیں کہ ح زبان یار میں ترکی و من ترکی نہی دائم اور اگر اس کا کوئی ترجمہ پیش کرتا ہوں، تو آپ جواب میں یہ فرما دیتے ہیں کہ:-

"یہ یاد رہے کہ ہمارا اسلام مذہبی لٹریچر سرمایہ داری کے قلم میں تیرہ سو سال تک ڈبکیاں کھاتا ہوا ہم تک پہنچا ہے" پھر اپنے "مطالعہ قرآنی" کا رعب ڈال کر فرماتے ہیں:- "میں تو برس کے مسلسل قرآنی مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچ کر مطمئن ہوں کہ اسلام میں سب معاش میں مختلف استعداد اور قابلیتوں کو قبول کیا گیا ہے، مگر حدیث کے فرق کو مردود قرار دیا ہے۔ قرآن کریم کا سرسری مطالعہ اور عام ترجمے مفید نہیں کیونکہ نظام جاگیر داری اور سرمایہ داری کے تسلسل نے صحیح اسلامی تصور کو بھی اپنے رنگ میں رنگ لیا ہے" ("نہزم" اور مٹی صحت کاظم)

بعد قائم کی، چودھری صاحب کے سامنے پیش کروں۔ مولانا آزاد کی مفصل تحریریں تو انشاء اللہ کسی آئندہ قسط میں نقل کروں گا۔ فی الحال ذیل میں ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے:-

ایک صورت یہ ہے کہ دولت اور وسائل دولت کا احتکاد رک دیا جائے اور ہر کمٹے والے فرد کو قانون سازی کے ذریعہ مجبور کیا جائے کہ اپنی آمدنی کا ایک حصہ کمزور افراد کے لئے نکالے۔ نیز اسٹیٹ کو اس بات کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے کہ کوئی فرد ضروریات زندگی سے محروم نہ رہے، لیکن ساتھ ہی یہ اصل بھی تسلیم کی جائے کہ معیشت کے لحاظ سے تمام افراد طبقات کی حالت یکساں نہیں ہو سکتی اور یہ عدم یکسانیت اکثر حالتوں میں قدرتی ہے۔ کیونکہ سب کی جسمانی و دماغی استعداد یکساں نہیں اور جب استعداد یکساں نہیں، تو ناگزیر ہے کہ جدوجہد معیشت کے ثمرات بھی یکساں نہ ہوں، یہ الفاظ دیگر انفرادی ملکیت کا حق تسلیم کر لیا جائے کہ جو جس قدر حاصل کر سکتا ہے، وہ اس کا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ صرف دولت کا احتکار ہی نہ رکھا جائے بلکہ دولت کی انفرادی ملکیت بھی ختم کر دی جائے اور ایسا نظام قائم کیا جائے، جس میں اجباری قوانین کے ذریعہ اقتصادی اور معیشتی مساوات کی حالت پیدا کر دی جائے۔ مثلاً وسائل دولت تمام ترقوی ملکیت ہو جائیں۔ انفرادی قبضہ تسلیم نہ کیا جائے۔

قرآن نے جو صورت اختیار کی ہے، وہ پہلی ہے اور سوشلزم جن بات کے لئے سامی ہے وہ دوسری ہے۔ (ترجمان القرآن جلد دوم ص ۱۳)

اس اقتباس سے چند باتیں معلوم ہوئیں، قرآن کریم معیشت میں مختلف درجات تسلیم کرتا ہے (۶) افراد

اور طبقات کو مولانا آزاد نے تسلیم کرتے ہوئے بتایا ہے کہ تمام افراد طبقات کی حالت معیشت کے لحاظ سے برائے قرآن یکساں نہیں ہو سکتی (۳) اور یہ عدم یکسانیت اکثر حالتوں میں قدرتی (اور فطری) ہے (۴) قرآن اس عدم یکسانیت کو بطور خرچ کے نہیں بلکہ بطور ایک اصل کے تسلیم کرتا ہے۔ (۵) انفرادی اور شخصی ملکیت کا حق تسلیم کرتے ہوئے ہر انسان کو برائے قرآن ... ماننا پڑے گا کہ جو شخص جس قدر مال و دولت حاصل کر سکتا ہے، وہ اسی کا حق ہے۔ اس میں کسی اور کا حقوق واجبہ کے بغیر، کوئی حق نہیں (۶) سوشلزم ان تمام چیزوں کے خلاف ہے۔

میرے اور چودھری صاحب کے درمیان ان ہی مسائل میں اختلاف ہے۔ سو ان تمام مسائل میں چودھری صاحب ہی کے مدد و مولانا آزاد کا فیصلہ "سوفیصدی" چودھری صاحب کے خلاف ہے۔ اس فیصلہ کے بعد چودھری صاحب کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار باقی نہیں رہا کہ وہ یا تو اس کے سامنے برقی تسلیم غم کرتے ہوئے آئندہ اشتراکیت کو اسلامی پروگرام قرار دینے خصوصاً شخصی ملکیت کے انکار سے توبہ کریں اور پا بولنا آزاد کو بھی "سرمایہ داروں کا اینٹ" سمجھیں۔ اور آئندہ ان کی تفسیر کا نام نہ لیں۔ اب چودھری صاحب کی وہ عبارتیں جن میں شخصی ملکیت کا انکار کرتے ہوئے اس پر دلائل دیئے گئے ہیں، نقل کر کے ان کا جواب عرض کرتا ہوں:-

(قسط ۷)

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ زراعت زمین کے مشترک کا نظریہ روسیوں کی اختراع ہے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں اس نظریہ کا اختراع کرنے والا دراصل ایک شخص مزدک نامی تھا۔

اوس کو انہوں نے ۱۹۱۲ء کی بادل کانفرنس میں بھڑ
ایک اصولی ضابطہ کے منظور کیا تھا (ملاحظہ ہو کتاب "لینن"
ترجمہ ڈاکٹر اشرف صفحہ ۹۷، ۹۸، ۹۹)

لیکن میرا خیال ہے کہ مزدک کو چونکہ ابھی سیاسی
اقتدار حاصل نہ ہوا تھا۔ اس لئے اس نے غالباً سیاسی مصلح
کی بنا پر قتل و قتل سے رد کا ہوگا۔ ورنہ اگر اسے بھی
دوسروں کی طرح سیاسی اقتدار حاصل ہو جاتا تو وہ بھی
طبقاتی جنگ کو بطور اصول پیش کرتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ مزدک نے عورتوں کو تمام مردوں
کی مشترکہ دولت قرار دیا تھا۔ لیکن اس باب میں روسی
اشتراکیوں کا کوئی واضح طریق کار مجھے معلوم نہیں ہوگا۔
اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے پاس ان کے پروگرام
کی تفصیلات پر شمل لٹریچر موجود نہیں۔ بہت ممکن ہے
کہ اس خصوص میں بھی اشتراکیوں کا وہی نظریہ ہو جو ایرانی
اشتراکیوں (مزدکیہ) کا تھا، لیکن میں اس کے متعلق
قطع طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا۔ البتہ اس مضمون کی ساتویں
قسط میں حامی اشتراکیت پرنسپل چھبیلدا اس کی تحریروں
کے حوالہ سے یہ بتا چکا ہوں کہ روسی اشتراکی، عورتوں
کے لئے "دوست" مہیا کرنے کی سہولتیں بہم نہ پہنچاتے
ہیں اور وہ بچوں کے "حلالی" اور "حرامی" ہونے کے اعتبار
کے قائل نہیں ہیں۔ اس سے کم از کم اتنا ثابت ہوا
کہ روس میں ایرانی اشتراکیوں کے نظریہ کو کافی شمل
دینے سے پہلے ابھی اس کا بتدریج تجربہ کیا جا رہا ہے۔
رہا انوال کے اشتراک کا نظریہ، تو وہ ہو ہو وہی ہے
جو ایران کے اشتراکیوں نے قائم کیا تھا۔

بعض ملاحظہ و نہ نادستی میں اشتراکیت

مردوں کے بعد بعض نام نہاد مسلمانوں یعنی زندقوں
اور محدوں نے بھی اشتراکیت کے عقیدہ کو اختیار کیا۔

جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے
ایران میں نو شیرواں کے والد شاہ قباد کے عہد حکومت
میں ایک فرقہ قائم کیا تھا، جو فرقہ مزدکیہ کے نام سے
مشہور ہوا۔ مزدک نے اپنے جدید مذہب کی طرف شاہ
قباد کو بھی دعوت دی جسے اس نے قبول کر لیا۔ لیکن
آخر نو شیرواں عادل نے مزدک کے خرافات پر مطلع ہو کر
اس کو قتل کر دیا اور یہ فتنہ جہاں سے اٹھا تھا، وہیں
ختم کر دیا گیا۔

ایرانی شراب روسی شیشے میں

علامہ محمد بن عبد الکرم شہرستانی (المتوفی ۴۸۵ھ)
نے مزدک کا پروگرام حسب ذیل مختصر لفاظ میں نقل کیا ہے
"دکان مزدک دیکھی
الناس عن المخالفة و
المباغضة والقتال
ولما کان اکثر ذلک
اتما یقع بسبب النساء
والاموال فاجل النساء
داباح الاموال وجعل
القاسم شریکة فیہا
کاشتراکہم فی الماء
والتأمر والکلاء"
کتاب الملل والنحل
مطبوعہ مصر ۱۳۵۷ھ

روسی اشتراکیوں کا پروگرام مزدک کے پروگرام
سے بہت ملتا جلتا ہے۔ البتہ دو باتوں میں بظاہر فرق
معلوم ہوتا ہے۔ اول یہ کہ مزدک باہمی جنگ و قتال
سے روکتا تھا۔ اس کے خلاف روسی اشتراکیوں کے
پروگرام کی بنیاد مختلف طبقوں کی باہمی خانہ جنگی پر قائم ہے

لیکن ملت اسلامیہ نے متفقہ طور پر اس عقیدہ کو اسلام کی نفی قرار دیا۔ چنانچہ علامہ ابو شکور سالمیؒ نے اس قسم کے زنادقہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے :-

”ومنہم من قال بان اموال الدنیا مشرکۃ بین بنی ادم بسبب الوراثۃ من ادم وحواء علیہما السلام ومن اخذ ثمنہا فذلک حقہ کما یجوز لاحد ان یمنعہ وھذا الکفر“ (تہذیب و تشکر سالمیؒ ص ۱۹)

(یعنی) ”ان میں سے بعض وہ لوگ ہیں جن کا یہ قول ہے کہ دنیا کے اموال تمام اولاد آدمؑ میں بوجہ آدمؑ وحواء علیہما السلام کے وارث ہونے کے مشترک ہیں اور جو شخص جو چیز بھی لے لے، وہ اُنہی کا حق ہے اور کسی دوسرے شخص کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ اس کو اس چیز کے لینے سے منع کرے“

آن لمحدین نے اشتراکیت کی حمایت میں جو دلیل پیش کی تھی، اس کا جواب چودھری صاحب کے دلائل کے جواب کے سلسلہ میں عرض کیا جائے گا۔

شخصی ملکیت سے چودھری صاحب کا انکار اور آپ کے دلائل

اب میں چاہتا ہوں کہ چودھری صاحب کی وہ عباتیں ذیل میں نقل کروں جن میں انہوں نے شخصی ملکیت سے انکار کرتے ہوئے زر اور زمین کو تمام انسانوں کی مشترکہ جائداد قرار دیا ہے اور اس پر انہوں نے عجیب و غریب ”دلائل“ پیش کئے ہیں :-

(۱) ”میری بصیرت پر ہے کہ اسلام ہر کس ماشر نہیں کہ شیر کو سدھائے اور کبری کے پاس کھڑا کر کے ایک گھاٹ پانی پلائے۔ وہ شخصی جائداد کے تصدیق کی نفی کرتا ہے، بعض دسما کا مالک وہ اپنی ذات کو قرار دیتا ہے تاکہ

زر ہے بانس نہ بنے بانسری“ (زمزم“ امرئ ص ۱۷۷)

(۲) جناب مولانا! مگر زمین خدا کی ہے اور انسان ابن آدم ہیں تو زید کا بکر سے الگ حق غیر قدسی ہے“ (ص ۱۷۷)

(۳) ”اگر خدا کی کرڈوں مخلوق میں سے ایک شخص کے متعلق تمہارا دل گواہی دے کہ عرف عام میں شخصی جائداد رکھ کر ان حدود کو توڑے بغیر نہ سکتا ہے تو میں ہارا اور مولانا چیتے، لیکن یاد رہے کہ شخصی جائداد کا وہی مفہوم ہو، جو آج کل علماء لے رہے ہیں، یعنی اپنی دولت اور جائداد کو اپنی منشاء کے مطابق خرچ کرنا، جیسا کہ ہندوستان میں سو فی صدی علماء اسلام شخصی ملکیت کو انگریزی قانون کے مطابق پرنسپل پر اپنی سمجھ کو بحث کرتے ہیں۔ انگریزی قانون میں مالک اپنے خود انسان ہی ہے۔ اسلام کے نزدیک مالک اعلیٰ خدا ہے انسان نہیں۔ وہ صرف زمین ہے یا مزارع یا باغ مرضی مالک“ (زمزم“ امرئ ص ۱۷۷)

(۴) ”کسی مسلمان نے مال و مالک کو شخصی جائداد نہیں سمجھا۔ اگر مسلمان کی جائداد شخصی ہوتی، تو اس پر انکم ٹیکس ہوتا، زکوٰۃ نہ ہوتی۔ کیونکہ زکوٰۃ تو صاف اہل زر سے حصہ کا لٹا ہے۔ آمدن سے

حصہ دینا نہیں۔ پس مولانا نے اشتراکیت اور اسلام کا تضاد ظاہر کرنے کی گر مجوشی میں ابتداء ہی میں بنیادی غلطی کھائی اور فرما دیا کہ اشتراک کی نظام تو درانت اور ملکیت کا مخالف ہے مگر اسلام شخصی ملکیت کا حق تسلیم کرتا ہے“ (ص ۱۷۷)

(۵) ”جیسے تفصیلات میں اختلاف ہو، مگر اسلام اور اشتراکیت میں ملکیت کا اصول ایک ہے۔ وہ لوگ خدا کو نہیں مانتے اس لئے براورہست حکومت کو، جائداد قوم کا حاکم سمجھتے ہیں۔ اسلام میں ملکیت خدا کی طرف منسوب ہے۔ اس کی وساطت سے حکومت برحق یا خلافت شرعیہ کو وہ ملکیت ملتی ہے“ (ص ۱۷۷)

(۶) "خليفة وقت کا حق ہے کہ وہ پرائیویٹ اخراجات کی بھی جانچ پڑتال کرے۔ کیونکہ اسلام میں کسی مسلمان کی پرائیویٹ برابری یعنی شخصی ملکیت اور بیت المال کی مالک ہی کوئی فرق نہیں۔ جو بھی مسلمان کے پاس ذاتی جائیداد ہے وہ خدا کی ہے اور خدا کی نعمت خلیفہ کی ہے اس پر خلیفہ کو مواخذہ کرنے کا حق ہے" (ص ۲۷ کالم ۱۱)

(۷) "اگر شخصی ملکیت اور بیت المال کی مالک میں کوئی شرعی فرق ہوتا تو اسراف اور خیانت کی سزا ایک ہی تجویز نہ ہوتی۔ اسراف اور خیانت اگرچہ الگ الگ اصطلاحات ہیں مگر نوعیت ان کی ایک ہی ہے بیت المال جو خلیفہ کے تصرف میں ہے شخصی ملکیت جو افراد کے پاس ہے، وہ حقیقت خدا کی چیزیں ہیں۔ اور اسی کی امانت ہیں۔ پس مالک اور جائیداد کا کوئی مالک نہیں۔ افراد کے پاس جو جائیداد ہے۔ وہ بھی سب کا ہی ہے شخصی نہیں (چند سطروں کے بعد) پس مسلمان کا مال بیت المال ہی کا حصہ ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو خاندان ولید پر مواخذہ نہ ہوتا۔ اسراف اور خیانت کی ایک ہی سزا تجویز نہ ہوتی" (ص ۲۷ کالم ۱۲)

انسان کی مالکیت برائے قرآن مجید

قبل اس کے کہ میں چودھری صاحب کے ان دلائل کا الگ الگ جواب دوں، ملکیت کے مسئلہ پر مختصر مگر موثق بحث کرنا چاہتا ہوں۔ تفصیلی جواب انشاء اللہ بعد میں عرض کروں گا۔ یہاں دو چیزیں قابل غور ہیں (۱) انسان کو کسی چیز کا مالک کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟ (۲) بصورتِ اولیٰ انسان کی ملکیت شخصی اور انفرادی ہے یا جماعتی؟

پہلی چیز کے متعلق گزارش ہے کہ اگرچہ ہر چیز کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے لیکن اسی نے اپنی مہربانی سے بندوں

کو ان چیزوں کا مالک بنا دیا ہے اور ان کو ان چیزوں میں قانونِ شریعت کے تحت تصرف کرنے کا پورا اور کامل حق عطا فرمایا ہے۔ مثلاً ارشاد ہوتا ہے:-

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ
مِمَّا عَمِلُوا آيَاتِنَا أَنْعَامًا
فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ ۚ وَ
ذَلَّلْنَاهُمْ فِيمَا هُمْ يَكُونُونَ
وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ ۚ وَلَهُمْ
فِيهَا مَتَاعٌ وَفِيهَا يَأْتُونَ
الْفَلَاحَ ۚ فَكَيْفَ يُكَذِّبُونَ ۚ

(پارہ ۲۳ رکوع ۴)

(سورہ یسین)

(یعنی) "کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ ہم نے ان کے واسطے اپنے ہاتھوں سے چار پائے پیدا کیے۔ پھر یہ لوگ ان کے مالک ہیں اور ہم نے ان جانوروں کو ان لوگوں کے اختیار میں کیا۔ پھر یہ لوگ ان جانوروں میں سے کسی پر سواری کرتے ہیں اور کسی کو کھاتے ہیں اور ان کے لئے ان میں اور فائدے بھی ہیں اور اپنے کو دودھ بھی ہے پس کیا یہ شکر نہیں کرتے"

چودھری صاحب کی بعض شعور بالا عبارات سے انسان کو مالک کہنے کا انکار سمجھ میں آتا ہے۔ لیکن قرآن کی ان آیتوں میں انسان کو صاف اور کھلے الفاظ میں "مالک" قرار دیا گیا ہے۔ ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان کو ان اشیاء میں تصرف کرنے کا حق دیا گیا ہے۔ یہاں دوسرا سوال کہ انسان کی ملکیت شخصی ہے یا جماعتی؟ تو چودھری صاحب نے شخصی ملکیت کا غیر مشتبہ الفاظ میں انکار کر دیا ہے حالانکہ شخصی ملکیت کا انکار ایرانی و روسی اشتراکیوں کے نقطہ نظر سے صحیح ہو تو ہو، لیکن اسلامی نقطہ نگاہ سے اس کے انکار کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔

شخصی ملکیت کیا مراد ہے؟

شخصی ملکیت کے متعلق اسلام کا فیصلہ شخص سے پہلے کا مفہوم سمجھ لیجئے جب کسی شخص کو کسی چیز کا مالک کہا جاتا ہے تو اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ:-

(۱) اس کو اس چیز میں تصرف کرنے کا حق حاصل ہے۔

(۲) وہ اس چیز کو اپنی ملک سے منتقل کرنے میں مجاز و مختار ہے
(۳) اور کوئی دوسرا شخص مالک کی رضا مندی کے بغیر اس چیز پر قبضہ کرنے یا اس میں تصرف کرنے کا حق نہیں رکھتا۔

شخصی ملک کا یہ مفہوم احکام و قواعد شرعیہ سے ماخوذ ہے۔ اس مفہوم کے تین اجزاء ہیں۔ میں ان تینوں پر اجمالی طور پر روشنی ڈالتے کی اجازت چاہتا ہوں۔

شخصی ملکیت اور اسلام

مالک کو اپنی ہر چیز میں ہر طرح کا (شرعی) تصرف کرنے کا حق حسب ذیل روایت سے ثابت ہے جو مختلف طرق سے مروی ہے۔
"مَنْ ذِي مَالٍ أَحَقُّ بِاللَّهِ أَنْ يَصْنَعَ بِهِ مَا شَاءَ" (یعنی) ہر مال والا اپنے مال کا زیادہ حق دار ہے۔
روایت ۲۲۸۳ (کنز العمال جلد ۳ ص ۲۲۸۳)

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں :-

"الاموال التي ملكها الله لعباده فان لهم صرفها في المباحات" (یعنی) جن اموال کا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مالک بنا دیا ہے۔ بندوں کو تمام مباحات کا مالک ہے۔
مباحات السنۃ جلد ۲ ص ۱۹۱

اسی طرح وہ شخص اپنی چیز کو اپنی ملکیت سے منتقل کرنے کا بھی مختار و مجاز ہے۔ چنانچہ بیع، ہبہ، تملیک، وقف وغیرہ مسائل اس کے روشن شواہد ہیں اور اسلام نے اس شخص حق کا اس درجہ تحفظ کیا ہے کہ اگر کوئی شخص دشمن کے ہاتھ میں اسیر ہو۔ تو باوجودیکہ وہ بے بس ہوتا ہے۔ لیکن اس کا یہ حق پھر بھی قائم رہتا ہے :-

"أَجْرُ ذِمَّةِ الْأَسِيرِ" (یعنی) جو شخص دشمن کے وعتاقہ و ما منع فی مالہ ہاتھ میں قید ہو، اس کی وصیت،

مال میں تغیر عن دینہ فاما هو ماله یصنع فیہ ما شاء (بخاری شریف جلد ۲ ص ۲۲۸۳)
علاق اور اپنے مال میں تصرف کو جائز قرار دو۔ جب تک وہ دین سے نہ بھرے۔ کیونکہ مال اس کا اپنا ہے وہ اس میں جسطرح چاہے، تصرف کر سکتا ہے۔

تجارت ہو جو باہمی رضا مندی سے (واقعی ہو) بشرطیکہ وہ حدود شرعیہ کے اندر ہو تو مضائقہ نہیں۔
یاد رکھو (۲)

یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ جائز طریق پر ایک دوسرے کی رضا مندی سے مال کھایا جاسکتا ہے لیکن اگر باہمی رضا مندی نہ ہو تو مال کا کھانا حرام ہے معلوم ہوا کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے مال میں اس کی رضا مندی کے بغیر تصرف کر سکتا ہے نہ اس پر قبضہ کر سکتا ہے۔ یہی شخصی ملکیت ہے۔

پھر اس پر غور فرمائیے کہ قرآن مجید نے چوری کی سزا "قطعید" مقرر فرمائی ہے۔ یہ بھی اس لئے کہ چور نے غیر کی ملکیت پر ناجائز قبضہ کیا۔ اگر تمام انسان مال میں یکساں حق رکھتے ہیں، تو اس پر اس قدر سنگین سزائیں؟ چوری گناہ اور جرم اسی لئے تو ہے کہ چور دوسرے کی ملک پر ناجائز قبضہ کرتا ہے۔ اور اسی بنا پر دوسرے کے لئے اس قدر سنگین اور عبرتناک سزا مقرر کی گئی ہے تاکہ وہ آئندہ دوسروں کی شخصی اموال پر ناجائز قبضہ کرنے

کے قابل ہی نہ رہے۔ ورنہ جس مال میں تمام انسانوں کا اشتراک ہے۔ اس کے چرانے والے کے لئے نظم و نسق قائم رکھنے کی خاطر اسلام نے دوسری سزائیں تو تجویز کی ہیں مگر قطع یہ کی سزا جائز نہیں رکھی۔ چنانچہ فقہ کی مشہور کتاب "تنویر" اور اس کی شرح "درمختار" میں لکھا ہے :-

«وَمَالٍ عَامَّةٍ أَوْ مُشْتَرَكٍ» وحصر مسجد و آستانہ کعبہ و مال وقف عید المآلات

(یعنی) "بیت المال کے مال اور مشترک مال اور غلاف کعبہ اور مال وقف کے چرانے پر قطع یہ کی سزا نہیں ہے کیونکہ ان کا کوئی خاص شخصی مالک نہیں ہے"

ممكن ہے: حریت پسند حضرات یہ کہہ کر اس کو ماننے سے انکار کر دیں کہ یہ فقہاء کی رائے ہے۔ اس لئے اس باب میں خلفاء راشدین رضی عنہم سے حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ عنہما کا قول و عمل پیش کرتا ہوں :-

(۱) «عن القاسمات مر جلاً سرق من بیت المال فكتب الى عمر بن الخطاب لا تقطعه فان له ذنه حقاً»

(کنز العمال جلد ۱۱۵ روایت ۲۶۹)

(۲) «عن الشعبي عن علي انه كان يقول لعن علي من سرق من بيت المال قطع» (کنز العمال جلد ۱۱۵ روایت ۲۷۱)

(یعنی) قاسم بن فرات نے ایک شخص نے بیت المال سے چوری کی، تو حضرت عمر رضی عنہ نے مجھ کو لکھا کہ اس کا ہاتھ نہ کاٹنا کیونکہ بیت المال میں اس کا بھی حق ہے۔

(یعنی) حضرت شعبی حضرت علی رضی عنہ سے روایت کرتے ہیں حضرت فرات نے تھے کہ جو شخص بیت المال کی چوری کرے اس کی سزا "قطع" (ہاتھ پیر کاٹنا) ہے۔

ان دونوں روایتوں سے حضرات فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے ارشادات کی صاف طور پر تائید ہوگئی اور ثابت ہو گیا کہ اموال عامہ کی چوری کی وہ سزا نہیں جو شخصی اموال

کی چوری پر قرآن مجید نے تجویز فرمائی ہے معلوم ہوا کہ شخصی ملکیت کو اسلام نے نہ صرف تسلیم کیا ہے، بلکہ مشرک احوال سے زیادہ اس کا تحفظ کیا ہے۔ لیکن افسوس کہ جو دھری صاحب اسلام کے اس اہم مسئلہ سے نہ صرف بے خبر ہیں، بلکہ اس بے خبری کی بنیاد پر تمام غلط خیالات کی عمارت کھڑی کر رہے ہیں۔

خشت اول چوں نہد مسمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج !

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات

اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و صحابہ وسلم کے دو ایک ارشادات سنئے !

(۱) «أَلَا لَا تَظْلِمُوا أَلَا لَا يَحِلُّ مَالٌ أَمْرِي» (یعنی) "خبردار ظلم نہ کرو، خبردار! کسی ایک شخص کا مال حلال الا بطیب نفیس منہ" نہیں، مگر مال والے کی خوشی (مشکوٰۃ شریف باب انصب العاقب) کے ساتھ

اس حدیث سے جہاں شخصی مال کا ثبوت ملتا ہے، وہاں یہ بھی ثابت ہوا کہ مال والے کی خوشی اور رضامندی کے بغیر مال کا کھانا ظلم اور حرام ہے۔ اگر شخصی ملکیت کوئی چیز نہیں ہے۔ تو اس حدیث کا مفہوم کیا ہوگا؟

(۲) «مَنْ سَرَقَ مَالًا خُلُوْهُ رَهْطَهُ مِنْ تَرْكٍ دَيْنًا فَعَلِيَ وَعَلَى الْوَلَاةِ مِنْ بَعْدِي مِنْ بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِينَ» (یعنی) "جو مسلمان مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے وارثوں کے لئے ہے۔ اور جو قرض چھوڑ جائے تو اس کی ادائیگی مسلمانوں کے بیت المال سے مجھ پر اور میرے بعد آنے والے والیوں کے ذمہ ہوگی"

(کنز العمال جلد ۶ ص ۷۷ حدیث ۷۷)

پھر مولانا موصوف ص ۳۳ میں "مجدد" اور ایک "انقلابی لیڈر" میں فرق بتاتے ہوئے فرماتے ہیں :-
 "ایک انقلابی لیڈر یا رہنما کا یہ حال نہیں ہوتا۔

اس کے سامنے ایک نظام ہوتا ہے۔ اس کے خیال میں نہایت ہی مکروہ اور مذموم، وہ ہر ممکن طریقہ سے اس کو تبدیل کرنا چاہتا ہے۔ اس کے لئے عفو و درگزر بے معنی چیزیں ہیں۔ یہ نظام چونکہ اسکی نگاہ میں انتہا درجہ فحش اور لائق مذمت ہوتا ہے۔ اور اس کے احساسات اس کی نفرت و حقارت

سے پُر ہوتے ہیں۔ اس لئے ردِ عمل کے اصول کے مطابق وہ اس کا انتہائی توڑ تلاش کرتا ہے اور اس پر جم جاتا ہے۔ اس راہ میں اس کو اعتدال اور میاند روی کا مطلقاً دھیان نہیں رہتا مثلاً ایک انقلابی نظام سرمایہ داری کو دیکھتا ہے

تو وہ اس کے مقابلہ میں سوشلزم سے کم کسی چیز پر راضی ہی نہیں ہو سکتا۔ وہ انفرادی ملکیت

کا ہی سرے سے منکر ہوتا ہے۔ اس کے لئے یہ دشوار ہے کہ وہ ملکیت کی تحدید یا اس پر کچھ پابندیاں عائد کرنے پر رضامند ہو سکے۔"

ملکیت شخصی کے مسئلہ پر مندرجہ بالا اصولی بحث اور چودھری صاحب کے مدروح مولانا سعید احمد کے فیصلہ کے بعد اس کی ضرورت تو نہیں رہی کہ چودھری صاحب کے "دلائل" کا تفصیلی جواب دیا جائے۔ تاہم جدوجہد کے اتمام حجت کی غرض سے اب ان کے دلائل کا وجود اصل مخاطبات ہیں، جانوہ لیتا ہوں۔

واللہ سميع التوفيق

(باقی آئندہ)

ایم، آے کی ایک تحریر سے استدلال کیا ہے میں چاہتا ہوں کہ چودھری صاحب کے دوسرے مدروح (مولانا سعید احمد) کا فیصلہ بھی چودھری صاحب کو مشادوں کیا عجیب ہے کہ آپ ہی کے مدوحین کے فیصلے آپ کو براہِ راست پر لانے کا سبب بن جائیں۔ وَمَا ذَلِكْ عَلَى اللَّهِ بَعِثَ نَبِيًّا - مولانا سعید احمد صاحب موصوف اُن غلط کاریوں اور اہل قلم کی تردید کرتے ہوئے (جو اسلام کو رب کی طرح کھینچ کر ہر نئی تحریک پر منطبق کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں) فرماتے ہیں :-

"اسی طرح سودیت روس کی طرف سے سوشلزم

کا پروپیگنڈا ہوا، تو ہم میں کتنے ہی تھے، جو اُس کی آن بان سے مرعوب ہو کر بر ملا اسلام کے اقتصادی نظام کو بھی سوشلزم پر منطبق کرنے لگے اور انہوں نے دعوے کیا کہ اسلام میں اور

سوشلزم میں بنیادی طور پر (یہ بھی تبدیل جتیا)

کوئی فرق نہیں ہے۔ میں ان دوستوں کی نیت پر

کوئی حملہ نہیں کرتا، ممکن ہے کہ یہ سب باتیں نیک

نیتی کے ساتھ ہوں اور اس غرض سے ہوں کہ

وہ اسلام کو ایک عالمگیر اور دنیا کے ترقی یافتہ

نظریوں کا ساتھ دینے والا مذہب ثابت کرنا

چاہتے ہوں، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ ان کا

یہ طرزِ عمل اسلام کے لئے حد درجہ کا نقصان ران

ہے۔ اس کے تو معنی یہ ہوئے کہ اسلام بجائے

خود کوئی حقیقت ثابت نہیں ہے، بلکہ وہ ایک

ایسی رُتبہ ہے جس کو کھینچ تان کر وہ ہر قد و قامت

پر راست کر سکتے ہیں اور وہ ایک ایسا میٹہم جہول

دستور ہے جس کی تشریح ہر زمانہ میں اس کے

جدید رجحانات کے مطابق ہو سکتی ہے" (منقول

از "المفکران" بریلی "شاہ ولی اللہ نمبر" ص ۳۲)

چودھری الٰہی صاحب سے ایک سوال

(از مولانا عبدالقدیم صاحب اول مدرس مدرسہ مصیحا العلوم
ومدرسہ مجلس احرار اسلام بریلی)

کچھ عرصہ سے مولانا بہاء الحق صاحب قاضی اور چودھری صاحب کے مابین "اسلام اور اشتراکیت" کے موضوع پر بحث جاری ہے۔ میں اس وقت محاکمہ کرنا نہیں چاہتا۔ یہ ہے کہ یہ کام ہندوستان کے اہل قلم علماء کرام سرانجام دیں گے۔ میں صرف ایک سوال چودھری صاحب سے دریافت کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ آپ نے مولانا قاضی کے ایک فقرہ "کوئی شیش محل میں بیٹھ کر احکام نافذ کر رہے" پر بہت کچھ لے دے کی ہے۔ آپ نے اپنے ہر مضمون میں اس فقرہ کو خوب اچھالا ہے۔ گویا یہ سب سے بڑا کفر ہے جو مولانا قاضی سے سرزد ہوا۔ میں چودھری صاحب کی توجہ قرآن کریم کی منقولہ ذیل آیت کی طرف منطقت کرانا ہوں :-

"يَتْلٰى لَهَا الذِّكْرُ الْمُنْقَلَبُ
قَلَمًا رَّأَتْهُ حَسْبَبَتْ
لِحَّةً وَكَشَفَتْ عَنْ

(ترجمہ) "بلقیس سے کہا گیا کہ اس محل میں داخل ہو تو جب بلقیس نے اس کا صحن دیکھا تو اس کو پانی

چودھری الٰہی صاحب سے استفسار

آپ کا مضمون "اصرار ہند کی مختصر تاریخ" کے عنوان سے "زفر" میں شائع ہو رہا ہے۔ اس کی قسط ۷ میں آپ نے فرمایا ہے :-

"اکثر مسلمان مجاہدوں نے عمر بھر روزے نہیں رکھے۔ میدانِ جہاد کے میدان میں ہاتھ کڑور ہو جائیں۔ یا اب یہ الٹی تعلیم ہو گئی کہ جہاد سے منہ موڑ کر رمضان کے روزے مقدم سمجھے جاتے ہیں" (۲۳ مئی ص ۷ کالم ۷)

بلاشبہ روزے ایک پُر جوش مجاہد کی راہِ جہاد میں زکاوت نہیں بن سکتے۔ لیکن مجھ جیسے کم علم انسان کو آج تک ایسے "اکثر مجاہدین اسلام" کا سراغ نہیں مل سکا۔ جنہوں نے اس خیال سے کہیں میدانِ جہاد میں ہاتھ کڑور نہ ہو جائیں، عمر بھر روزے نہ رکھے ہوں۔ آپ کا یہ انکشاف کم از کم میرے لئے انوکھا بھی ہے اور حیرت انگیز بھی۔ اس لئے آپ سے درخواست ہے کہ براہ کرم ارشاد فرمائیں کہ اس قسم کے "اکثر مجاہدین اسلام" کس زمانہ اور کس ملک میں گذرے ہیں ؟

میرا مقصد کسی نئی بحث کا دروازہ کھولنا نہیں ہے نہ مجھے اس قدر فرصت ہے کہ میں ہر غلط چیز پر تنقید و تمجید کا سلسلہ شروع کر دوں۔ اس لئے چودھری صاحب! فائدہ نویسی اور طویل تمہیدوں میں وقت صرف کرنے کے بجائے بالکل سیدھے سادے اور مختصر ترین الفاظ میں بحوالہ کتاب و صفحہ ان "مجاہدین اسلام" کا نام و نشان بتائیں جنہوں نے

بجاء "میدانِ جہاد میں کڑور ہو جانے کے خوف سے عمر بھر روزے نہیں رکھے"

سوال مختصر ہے۔ امید ہے کہ جواب بھی مختصر ہی عنایت فرمائینگے (محمد بہاء الحق قاضی امرت سہری عفا اللہ عنہ)
(منقول از "زفر" مودعہ ۳۰ مئی ۱۹۳۷ء ص ۷)

تذکرۃ الصالحین

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ

(از مولانا محمد حسین صاحب شوق مدرس سندھ و پٹوہ پیرہ)

والے بھی کارگاہِ لم نیل کے اس حسین شاہکار کو دیکھتے ہوئے پھر پری لئے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔ دیکھنے والے کی اشتیاق سے لبریز نگاہیں دُور تک اس "جنت نگاہ" منظر کا تعاقب کرتیں۔ آپ ماں باپ کے چہیتے اور ناز پروردہ بیٹے تھے۔

(۲)

سُتتِ خداوندی اور وعدۃ الہی کے مطابق عین اس وقت جبکہ کفر و طوفان کی ظلمتوں، شرک و عدوان کی تاریکیوں کی گھٹا صفحہ عالم پر اس طرح چھائی ہوئی تھی کہ ہزار کوشش بھی انصاف کی انگلیاں دیدہ بصیرت کو نظر نہ آسکتی تھیں۔ فاران کی مقدس چوٹیوں پر وعدۃ تودا کے ایفاء کے لئے دس ہزار قدوسیوں کے تھرمٹ

ساحل آبِ پروردہ جتے ہوئے آفتاب کی زرد اندر گریں شام کے خنک و سفید دُھند لکے میں دیبا کی بُرسکون و بادقار روانی، موسم بہار کے سرسبز و شاداب غلین فرش پر چودھویں رات کے چاند کی سرور اگیر منیا پاشی، اگر فطرت و نیچر کی مددِ شمعِ کن جلوہ پاشیوں کی بہار دیکھتے والے بے چین و بے قرار دلوں کی تسکین کا باعث ہو سکتی ہے۔ اگر ان مناظرِ قدرت کی دلفریبیوں سے محاسنِ فطرت سے لطف اندوز ہونے والی پاک رُوح کی مسرت و بلند پروازی میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ تو بلا شک و شبہ داؤدؑ فی ذی ذریعہ "اوہ بلداہین" کی گلیوں میں مصعب بن عمیر کے حسن و جوانی، سرسبزی و شادابی، دمنع و قطع، رجم و جُو، کامشاہدہ کرنے

(بقیہ از صفحہ ۲۴)

شیش محل تیار کرایا۔ جس کو دیکھ کر بقیس حیران گئیں۔ جناب چودھری صاحب سے سوال ہے کہ اگر شیش محل میں بیٹھنا کفر ہے، تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی نسبت آپ کا کیا فتوے ہے؟ نیز خود قرآن مجید کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ جس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس ساز و سامان اور شاہانہ جاہ و جلال کی مذمت کرنے کے بجائے ان چیزوں کو مقامِ مدح میں بیان کیا ہے۔

توقع ہے کہ جناب چودھری صاحب اس مختصر سوال کا مختصر جواب مرحمت فرمائیں گے۔

سَمَا قَبَّهَا
قَالَ إِنَّهَا
صَرَخَ صَرْخًا
مِنْ قَوْلِ إِيْرَئِيلَ
(سے بھرا ہوا) سمجھا اور چونکہ قرینہ سے پایاب گمان کیا۔ اس لئے اس کے اندر گھسنے کیلئے دامن اٹھائے اور اپنی دونوں پٹلیاں کھول دیں اس وقت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ تو ایک محل ہے جو در سبک (سب مع صحن) شیشوں سے بنایا گیا ہے (اور یہ صحن بھی شیشہ سے بنا ہوا ہے) دامن اٹھانے کی ضرورت نہیں)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے (جو خدا کے مقدس پیغمبر تھے) ایک عالیشان

میں خداوند طور کے نور لم نزل کی پھر جلوہ نمای ہوئی، یعنی
خواجه دو جہان سہ کار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا
آفتاب رسالت ردائے جلال اوڑھے نمودار ہوا جس
کی نور بیز شعاعوں سے کفر و جہالت کی اندھیاری اٹکھین
یکدم خیرہ ہو گئیں۔ ابھی "السائقون الاولون" کے دفتر عشق
کی سُرخیوں ہی لکھی جا رہی تھیں کہ اچانک "دار ارقم" کے
جھروکے سے ایک جھلگاتی ہوئی شعلہ تشنہ شباب
کی طغیانوں میں غم شدہ مصعبؓ پر بھی پڑ گئی جس
سے خدائے قدوس کے بارگاہ جلال و قدس کے باب
نور پر چکر کاٹنے والے چند جاں نثار پروانوں میں ایک
مصعبؓ کا اضافہ ہو گیا۔

(۳)

چونکہ باطل کی طاغوتی اور قہر مانی طاقتیں مُرشد
و ہدایت کی مقاومت کے لئے تاحد امکان ایٹمی چوٹی کا
زور صرف کیا کرتی ہیں اور ظلمت کفر کی تاریکیوں میں پلے
ہوئے چمکا دوڑوں کو آفتاب کی روشنی کسی صورت میں
بھی بھلی معلوم نہیں ہوتی۔ اس لئے حق و صداقت
کی راہ پر چلنے والوں کو ہمیشہ قدم قدم پر کانٹے بچھے ہوئے
ہلتے ہیں اور پھول تک پہنچنے کے لئے ہاتھوں کو خار
کی فلش پہننے کے لئے تیار رہنا پڑتا ہے۔ حضرت مصعبؓ
جس دائرے میں داخل ہو چکے تھے اس کے احکام کی
پابندی اس کے سینہ کے اندر ترپنے والے دل کی اولین
مسترت تھی۔ ایک دن جب کہ مصعبؓ کی جبین سیار
آستان خداوندی پر سجدوں میں مشغول تھی۔ اچانک
ایک شخص کی نظر پڑ گئی۔ اس نے مصعبؓ نے والدین کو
اطلاع دی۔ پھر کیا تھا۔ گھر بھر میں آگ لگ گئی۔ اپنے
پرانے ہو گئے۔ آستانہ بیگانے بن گئے جس کو دیکھو
قصہ سے بھرا ہوا، آنکھوں سے شرارے جھڑپے ہیں۔
تعلیم و تفہیم، تنبیہ و تہذیب سے بات گذر کر مار پیٹ

تک نوبت پہنچ گئی جتنی کہ مریض عشق کے چارہ گر
ہر طرف سے مایوس ہو کر خرد باشتگان محبت کے آخری
علاج کے لئے تیار ہو گئے یعنی بیگانگان جادہ الفت
نے حضرت مصعبؓ کو حلقہائے طوق و سلاسل میں
محبوس کر کے شمع جمال الوار رسالت کی تجلیات سے
محروم کر دیا جس کی ایک جھلک دار فداگان عشق محمدی
علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کے لئے اس طرح تھتھے حبیط
کنج قفس کی تیلیوں کے پیچھے پھر پھرا کر رہ جاتے
والے طائر محبوس کو جو آزادی پر دوازا در سلاستی پال پر
کی یاد میں تڑپ رہا ہو نسیم صبح کا ایک عطریں جھونکا
ایام گزشتہ کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔ لیکن یہ تین سالہ
کی مسلسل قید و بند کی صعوبتیں شورش عشق میں ذرہ
برابر کمی واقع نہ کر سکیں۔

تقریر جرم عشق بے سود محتجب !
پڑھتا ہے شوق جرم یہاں ہر سحر کے بعد
جفا و جور کرنے والے تھک کر ہار گئے۔ اذلم
دستم کرنے والے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔
آخر الامر اس روگ کو لا علاج سمجھ کر رہا کر دیا گیا۔ قید
سے رہائی پاتے ہی حبشہ کی طرف ہجرت کی سعادت
نصیب ہوئی۔ اور کچھ مدت کے بعد ارشاد نبوت کی
تعمیل میں پھر مکہ سے بسلسلہ تبلیغ اسلام مدینہ طیبہ
روانہ کئے گئے۔ آپ پہلے شخص ہیں۔ جو مبلغ کی حیثیت
سے مدینہ میں وارد ہوئے۔ مدینہ پہنچ کر دین حق کی
تبلیغ میں سرگرم ہو گئے۔ مگر انہوں کو راہ بتلائی نہ بیٹھک
ہوؤں کا ہاتھ پکڑا۔ نا آشنا کا نول کو قرآن کریم کی
حلاوت سے آشنا کیا۔ سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر
جیسے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہما آپ کے دست حق پرست پر
مشرف باسلام ہوئے اور آپ ہی پہلے شخص ہیں
جس نے قبل از فریضہ جمعہ اس کی ضرورت محسوس کر کے

اجتہادی طور پر جمعہ پڑھنا شروع کیا۔ (کئی بذلک فہمیدہ و اتقوا فی ما کلمتم)

قدس کی راہ میں مرکز ابدی زندگی تلاش کرنے والا مجاہد خاک و عین میں تلوپ رہا ہے۔ اس نے اپنا گوہر مقصود و مقصد حاصل کیا

ایک وقت تھا کہ حضرت مصعبؓ مشک و عنبر کی خوشبو اور دیباہ حریر کی تباؤں اور حسن و شباب کی رعنائیوں میں مجرم خرام ناز تھے۔ یہ وقت کہ بدن پر کثیف ترین لباس جس پر چہرے کے چہرے کے

جنگ ختم ہو گئی۔ تجہیز و تکفین شروع ہوئی۔ کفن کے لئے صرف ایک چادر ہے۔ سر کی طرف پرسی کی جاتی ہے تو پاؤں ننگے ہو جاتے ہیں۔ اگر پاؤں دھانسنے کی کوشش کرتے ہیں، سر ننگا ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مصعبؓ کے سر پر تھکے ہو کر شمع رسالت کے پروانوں اور شوق الہی کے جانشینوں کی دریا خون میں تیرتی ہوئی لاشوں کا آبدیدہ ہو کر مٹا فرما رہے ہیں کہ ایک سو فی کا مزدور اطلالی ہوتا ہے

<h1>جنت</h1>	
<p>(مولانا محمد حسین صاحب شوق مدرسہ عزیز یہ بھیرہ)</p>	
<p>صید زبون زبرد ام کشتہ مکرو فن مشو دائے صد بخانات کاشکے گر نظر کنی صد تب و تاب زندگی ہست بذرہ خالق مہر و ماہ را ناخر خولیشن شمر در زہ و در ہم خرم بہ بین شیوہ اہل زندگی ایں دل زخم دیدہ ز اشک چکیدہ را نگر</p>	<p>بال کشا و دام بر وقف غم و محن مشو طائر شاخ صد بہ گرد زہ رغن مشو منکر او اگر شدی، منکر خولیشن مشو نغمہ روح بچنگ آرمو صلاح تن مشو صورت سرور اگر زیں فاختہ میں مشو تیغ بکف سیاہیلا انجسم انجن مشو</p>
<p>در تر سینہ ام نہاں شوق نگاہ لطف تو چہرہ کشا، کرم نما، من تو شوم تو من مشو</p>	

رہے کیلئے کوئی مکان نہ سونے کے لئے مکان مل گیا، کھالیا نہ ملا، خدا کا شکر ادا کر کے سو گئے زندگی کا صرف ایک ہی مقصد تھا اور تمام جدوجہد صرف یہی کیلئے و مصداق مٹانے الہی اورا علاقے کلکتہ الہی زندگی کی چالیسویں منزل پہنچا

نجد و منہم من یظلم و ما یلہوا قیدا (ترجمہ) مسلمانوں میں سے بعض قرہ مرد ہیں جو اللہ سے کئے وعدہ کو سچا کر چکے ہیں۔ پس بعض وہ ہیں جو اپنا کام پورا کر چکے اور بعض وہ ہیں جو اس کے منتظر ہیں اور انہوں نے اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ پیغمبر خدا مصعبؓ کے جسمی اظہار پر چھکے ہوئے فرما رہے ہیں۔ اللہ کا رسول گواہ ہے کہ لوگ حق پرست کے دن اللہ کے سامنے ہوں گے۔ پھر اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: لوگو! کوڈ اور ان کی زیارت کرو فلان جو سلام بھیجے۔

اُحد ہوتا ہے۔ آپ کے ہاتھ میں شکر اسلام کا علم ہے کیا دیکھتے ہیں کہ ابن قتیہ نامی ایک کافر جس نے پھر سے اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رباعی مبارک کو گزند پہنچایا تھا قتل کے حکم لکھا اور وہ کے لئے آگے بڑھ رہا ہے طبیعت بے بین ہو گئی۔ پھر جسے کھڑے رہ گئے۔ مدافعت کے لئے رعبیہ جنگ کی گزیر غلام میں بجلی کی طرح ایک تلواریں اُردھ کرے

سچا صدق و ما عاہد اللہ علیہ فہم من قصبہ

مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ ان پر قیامت تک کوئی شخص سلام نہ کہے، مگر یہ اسے سلام کا جواب کہیں گے۔ غاصب و ابا

حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

(۴۱)

(از جناب مولوی شیخ محمد یعقوب صاحب انیسر سہ صدات ریا پٹیا لہ)

روایت ہے۔ بڑے محدث ہیں۔ فرماتے ہیں۔ کان ابو حنیفہ صاحب غوص فی المسائل۔ یعنی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تہ اور حقیقت کو پہنچتے تھے (تہذیب التہذیب)

(۴۲) ابن المبارک | بڑے ائمہ کبار اور فن حدیث کے رکن اعظم ہیں۔ فرماتے ہیں :-

افقہ الناس ابو حنیفہ ما دیت مثله فی الفقہ۔ یعنی ابو حنیفہ رحمہ اللہ تمام علمائے سے زیادہ فقیہ تھے میں نے ان کے برابر کسی کو باسجھ نہیں دیکھا۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم۔ ابو حنیفہ رحمہ اللہ حاصل کرنے کے لئے بہت سخت تھے۔ محارم سے دور رہتے تھے۔ دبی کہتے تھے۔ جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ نسخہ و نسخ حدیث کے بہت ماہر تھے۔ اور محترم اور دوسری قسم کی احادیث کو فعلی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تلاش کرتے تھے۔

(۴۳) ابن جریر | بڑے محدث اور اپنے زمانہ میں فن حدیث کے امام تھے۔ ان کو

جب حضرت امام صاحب کی وفات کی خبر ملی تو نہایت غمگین اور محزون ہوئے اور فرمایا ای علیہ ذہب۔ یعنی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے انتقال فرمانے سے بڑا علم رخصت ہوا۔

(۴۴) مکی ابن ابراہیم امام بلخ | (جو امام بخاری کے شیخ تھے) فرماتے ہیں۔ کان ابو حنیفہ رحمہ اللہ اہل زمانہ یعنی ابو حنیفہ

فصل چہارم

آپ کی فہم و فراست، جودت و اس علمی مناسبت و وسعت نظر

اس بارہ میں کتب سیر میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ اور دوستوں و دشمنوں نے ایسی تحریروں پر بہت بحثیں کی ہیں لیکن اس جگہ غیر معمولی اور اخلاقی باتوں کو چھوڑ کر چند اقوال ایسے نقل کئے جاتے ہیں۔ جو نظریں غالب ثابت اور صحیح قرار دیئے جاسکتے ہیں۔

(۱) حضرت امام شافعی | جو صاحب مذہب امام، محدث اور فقیہ اور حضرت امام مالک

کے شاگرد ہیں۔ فرماتے ہیں الناس فی الفقہ عیال ابی حنیفہ۔ یعنی امام ابی حنیفہ رحمہ اللہ خاندان فقہ کے مرقی و مورث اعلیٰ ہیں (تذکرۃ الحفاظ) جس کا مطلب یہ ہے کہ علم فقہ کی بنیاد اور ترقی اور نشو و نما آپ سے ہی ہوئی۔

(۲) سیدی بن سعید القطان | تمام کتب صحاح میں یہ بڑے محدث ہیں۔

ان سے روایت ہے۔ یہ فرماتے ہیں۔ لا نکذب باللہ ما سمعنا احسن من ساری ابی حنیفہ۔ یعنی خدا گواہ ہے۔ میں جھوٹ نہیں بولتا۔ میں نے ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے

بڑھ کر کسی کو صاحب الرائے نہیں سنا (تہذیب التہذیب)

(۳) ابو نعیم | صاحب تعانیف ہیں۔ ان سے بخاری میں

اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ عالم تھے۔ عالم کے معنی اہل حدیث کے نزدیک ہیں۔ الذی يحفظ الاستاد والمتون۔ یعنی عالم وہ ہے جس کو سند اور متن دونوں حفظ اور یاد ہوں۔

(۷) محمد انصاریؒ کہا کرتے تھے کہ امام ابو حنیفہؒ کی ایک ایک حرکت یہاں تک کہ بات چیت۔ اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے میں دانشمندی کا اثر پایا جاتا تھا۔

(۸) علی بن عاصمؒ کا قول ہے کہ اگر آدمی دنیا کی عقل و ترازو کے ایک پلہ میں اور ابو حنیفہؒ کی عقل دوسرے پلہ میں رکھی جاتی۔ تو ابو حنیفہؒ کا پلہ بھاری رہتا۔

(۹) خارجہ بن مصعبؒ کہا کرتے تھے کہ میں کم و بیش ہوں جن میں صاحب عقل صرف تین چار دیکھے۔ ایک ان میں ابو حنیفہؒ تھے

(۱۰) منصورؒ نے امام اعظمؒ سے پوچھا تم نے علم کس سے سیکھا، جواب دیا کہ اصحاب عمرؓ سے انہوں نے حضرت ابن مسعودؓ سے منصورؒ نے کہا۔ لقد استوفيت (تم نے قابل وثوق و اعتماد علم حاصل کیا) نے کی بنی بن ابراہیم یمنی سے نقل کیا ہے کہ وہ کوذ میں گئے۔ امام ابو حنیفہؒ کی ہی صحبت میں رہے اور ان سے حدیث و فقہ سنی اور ان سے روایت کی اور بہت زیادہ ان سے محبت رکھتے تھے۔

حتیٰ کہ اسماعیل بن بشیر کہتے ہیں کہ ہم کی کی مجلس میں بیٹھے تھے تو وہ فرمانے لگے کہ حدیث روایت کی ہم سے ابو حنیفہؒ نے۔ ایک مسافر شخص اس پر چبچ پڑا کہ ہم سے ابن جریجؒ کی حدیث روایت کرو۔ ابو حنیفہؒ سے نہ کرو کی نے جواب دیا کہ ہم بے وقوفوں سے روایت بیان کرنی

نہیں چاہتے ہیں۔ میں ہدایت کرتا ہوں کہ تم میری حدیث مت لکھو۔ اور میری مجلس سے نکل جاؤ۔ چنانچہ جب تک اُسے اٹھنا نہ دیا گیا۔ انہوں نے حدیث روایت نہ کی۔ اس کے اٹھ جانے کے بعد پھر امام ابو حنیفہؒ سے حدیث بیان کی۔

ایک روایت میں ہے کہ اس شخص نے کہا مجھ سے خطا ہوئی۔ میں تو یہ کرتا ہوں۔ مگر انہوں نے پھر بھی اس کے بعد اس کے روبرو حدیث بیان کرنا پسند نہیں کیا۔

(۱۲) خلف بن ایوبؒ کہتے ہیں کہ میں اکثر علماء کی مجلس میں جایا کرتا تھا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ بعض باتوں کے معنی نہ سمجھ سکتا اور پریشان ہوتا تھا۔ پھر امام ابو حنیفہؒ کی مجلس میں جانا اودمان سے اس امر کو دریافت کرتا۔ وہ مجھ سے اس کی تفسیر فرماتے۔ ان کی تقریر و تفسیر سے میرے قلب میں ایک نور داخل ہو جاتا تھا۔

(۱۳) امام شعرانیؒ کہتے ہیں۔ میں نے ابو حنیفہؒ کے مسانید ثلاثہ کے صحیح نسخوں کو مطالعہ کیا۔ جن پر حفاظ کی تصدیق تھی۔ میں نے دیکھا کہ ہر حدیث بہترین مثل وثقات تابعین سے مروی اور منقول ہے مثلاً اسودؒ علقمہؒ عطارؒ عکرمہؒ مجاہدؒ کحولؒ حسن بصریؒ وغیرہ وغیرہ۔ پس امام صاحبؒ اور جناب رسالتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تمام راوی عاقل و ثقہ۔ عالم اور بہترین بزرگ ہیں جن میں کوئی کذاب یا متہم بالکذب نہیں۔

(۱۴) حسن ابن زیادؒ کا قول ہے کہ امام ابو حنیفہؒ چار ہزار احادیث روایت کرتے تھے۔ دو ہزار حماد سے اور دو ہزار باقی شیخ سے۔

(۱۵) محمد بن سعدانؒ کہتے ہیں کہ نیر بن ہارون کی مجلس میں سحیح بن عیینہ بن علیؒ

بن مدینی۔ احمد بن حنبل۔ زہیر بن حرب اور ایک جماعت بیٹھی تھی کہ کسی شخص نے ایک مسئلہ دریافت کیا۔ زہیر بن ناردون نے کہا کہ اہل علم کے پاس جاؤ۔ اسپر ابن مدینی نے کہا کہ کیا اہل علم اور اہل حدیث آپ کے پاس نہیں بیٹھے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ اہل علم صاحب ابو حنیفہؒ ہیں اور تم تو عطا و مودہؒ مطلب یہ ہے کہ اہل حدیث صرف الفاظ احادیث کو یاد کرتے ہیں۔ اور اصحاب ابو حنیفہؒ ان کے حصے مطلب۔ نشا و نشان و منسوخ کا علم رکھتے ہیں۔

(۱۴) ابن حجرؒ نے کہا کہ یہ وہم بھی نہیں کرنا چاہیے کہ امام ابو حنیفہؒ علم فقہ کے سوا اور علم نہیں جانتے تھے۔ حاشا للہ۔ وہ علوم شرعیہ تفسیر۔ حدیث اور علوم عالیہ۔ ادبیہ۔ قیاس و علوم فکیہ کا ایک سمندر ہے۔ ان کے بعض مخالفوں کا قول اس کے خلاف ہے۔ مگر ان کا منشاء محض حسد اور اپنی برتری کی خواہش ہے۔

(۱۵) خطیبؒ نے سیاق بن عیینہ سے روایت کیا ہے کہ ان لوگوں میں جو حدیث پڑھانے کے لئے کوفہ میں بیٹھے۔ سب سے اول ابو حنیفہؒ ہیں اور وہ عمرو بن دینار کی حدیث کے متعلق اور لوگوں سے زیادہ اہل علم ہیں۔ اس سے علم حدیث میں ان کے بزرگ مرتبے کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

(۱۸) حسن بن صالحؒ سے مروی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نسخ و منسوخ احادیث میں سختی سے تفحص کرنے والے تھے اور اس میں شدید الاتباع تھے اور جس شے تک اہل کوفہ نہیں پہنچ سکتے تھے۔ امام صاحب اُسے معلوم کر لیتے تھے۔

(۱۹) معمرؒ کہتے ہیں۔ میں نے کسی شخص کو فقہ اور شرح حدیث میں ابو حنیفہؒ سے احسن تر

نہیں دیکھا۔ جو اللہ کے دین میں کوئی شے دخل کرنے سے بہت ڈرتے تھے۔

(۲۰) سید حسن بن صالحؒ نسخ و منسوخ حدیث کی زیادہ تحقیق فرمایا کرتے اور جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے حدیث ثابت ہو جاتی۔ اس پر عمل کرتے اور آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری فعل کی پابندی کرتے تھے۔ وَ هَذَا أَفْضَلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

استنباط مسائل اور مباحث و مناظرات میں حضرت امام صاحبؒ کی وسعت معلومات، دقت نظر اور معاملہ فہمی و نکتہ شناسی کی بسیوں محیر العقول مثالیں موجود ہیں۔ مگر یہاں ان کے بیان کرنے کا موقع نہیں مذکورہ بالا اقتباسات جو بڑے بڑے جلیل القدر بزرگوں کی آراء کا خلاصہ ہیں۔ یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ اس مقدس زمانہ میں ان مقدس حضرات کو جن کا اوپر فصل سوم میں ذکر ہوا۔ شاگرد بھی مقدس ہی ملا تھا۔ جس نے اپنے اساتذہ کے علوم و فنون کو چار چاند لگا دیے اور جس کے ذریعے ایک دنیا غور اور روشن ہو گئی۔ (باقی آئندہ)

نسخ نشان کی یہاں نسخہ پنسل کا نشان اُن غریب از ان نفس الاسلام کی اطلاع کیلئے لگا جا رہا ہے جسکے سالانہ جلد کی میعاد ماہ جون یا جولائی کے رسالہ نمبر ۱۰۰ کی ہے۔ ان حضرات سے درجہ احسن کہ رسالہ کا آئندہ سالانہ جلد میرے نام جلد از جلد ارسال کر کے شکریہ کا موقع دیں اور اگر کسی وجہ سے آئندہ خریداری منظور نہ ہو تو پہلی فرصت میں اسکی اطلاع راقم کے نام

بازار پوسٹ کارڈ بھیجیں (منشی غلام حسین بھٹو رسالہ "شکریہ اسلام" جامع مسجد خیرہ ضلع شاہ پور راجپوت)

احادیث پر فرق باطلہ کے اعتراضات

علامہ ابن قتیبہ کی طرف سے متفقانہ جوابات

(۳)

(مترجمہ مولانا حافظ سید محمد اویس صاحب پروفیسر دینیات ایم اے، آو، کلکتہ انور)

سعادت و شقاوت

اور یہ جو نظام لے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے "المشقی من شقی فی بطن امہ" والی حدیث از خود بنا ہے۔ تو کیا یہ ممکن تھا کہ ابن مسعود جیسا شخص ایک ایسی مشہور حدیث کے متعلق صحابہ کرام کی موجودگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھتا۔ اور کوئی شخص بھی اُن کی مخالفت نہ کرتا؟

نیز اُن کو ضرورت کیا پڑی تھی کہ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے جھوٹی روایت بیان کرتے، جبکہ اس میں جلبِ شفعہ، دفعِ مضرت، قربِ سلطانی یا تحصیلِ مال میں سے کوئی بات بھی موجود نہیں تھی۔

نیز یہ حدیث جھوٹی کیونکر ہو سکتی ہے جبکہ اس مضمون کو چند ایک دوسرے صحابہ نے بھی روایت کیا ہے مثلاً حضرت ابوامرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

سَبَقَ الْعِلْمَ وَجَفَّ الْقَلَمُ وَخُصِيَ الْقَصَا وَتَمَّ الْقَدَرُ بِتَحْقِيقِ الْكِتَابِ وَتَصَدِيقِ الرِّسْلِ بِالسَّعَادَةِ لِمَنْ آمَنَ وَاتَّقَى وَالشَّقَاةِ لِمَنْ كَذَّبَ وَكَفَرَ۔ وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ

"علم الہی میں یہ بات آپ کی ہے قلم خشک ہو چکا ہے۔ قضا و قدر کا طے شدہ مسئلہ ہے۔ خدا کی تائید اور انبیاء نے تحقیق و تصدیق کی ہے کہ ہر مومن سچی انیک بخت اور سرکارِ کافر و کفر بہت ہے اور اللہ تعالیٰ

ابن آدم ہمیشہ جتنی کنت۔ انت الذی تشاء لنفسک ما تشاء۔ وباسر اذنی کنت۔ انت الذی تریذ لنفسک ما تریذ۔ وبفصلی ورحمتی اذیت الی فرائضی۔

وینعق توبت علی معصیتی

نیز حضرت فضل بن عباس روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا

"يا غلام احفظ الله يحفظك وتوكل عليه يجتهدك اما مأك - وتعرف اليه في السراء يعرضك في الشدة واعلم ان ما أمك لم يكن ليخطئك وما أخطأك لم يكن ليصيبك - وار القلم قد جف ما هو كائن الى يوم القيامة"

نے فرمایا ہے کہ اے آدم کی اولاد تم اپنے لئے جو کچھ کرتے ہو، میری پشت سے کرتے ہو اور اپنے لئے جو کچھ کرتے ہو، میرے ارادے سے چاہتے ہو۔ میرے فضل اور رحمت ہی نے تم کو فرائض ادا کرنے کی توفیق بخشی ہے اور میرے انعامات ہی نے تم میں گناہ کرنے کی عزت پیدا کی ہے۔

نیز حضرت فضل بن عباس روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا

"بیٹا! خدا کو یاد رکھو۔ وہ تجھے یاد رکھے گا اور اس پر بھروسہ رکھو۔ تم اُسے اپنے سامنے پاؤ گے اور راحت میں اس کو پہچانتے رہو۔ تکلیف میں وہ تم کو پہچان لیگا۔ اور یاد رکھو جو چیز تم پر اتنی ہے وہ جو کہ نہیں سکتی اور جو چیز نہیں آتی ہے وہ آ نہیں سکتی اور (تقدیر کا) قلم قیامت تک ہونیوالی باتوں پر خشک ہو چکا ہے۔"

نیز ایک ایسے مسئلے میں حضرت ابن سعود رضی اللہ عنہ کی جھوٹ کہہ سکتے ہیں۔ جو عین قرآن شریف کے مطابق ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

”اَوَلَيْسَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ“
”ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا اور اپنی طرف سے ایک روح سے ان کی تائید کر دی!“

ظاہر ہے کہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایمان رکھ دیا وہ سید ہے۔

نیز فرمایا ہے:-

”اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ“
”تم جس کو پسند کرتے ہو۔ اسے ہدایت یافتہ نہیں بنا سکتے۔ اللہ جسے چاہے۔ ہدایت یافتہ بنائے۔“

(یعنی خدا ہی ہدایت کرتا ہے) اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اے رسول! تم جس سے محبت کرتے ہو اس کو ہدایت یافتہ نہیں کہہ سکتے۔ ہدایت یافتہ تو صرف خدا ہی کہہ سکتا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

”يُضِلُّ مَنْ يَّشَاءُ و يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ“
”جس کو چاہے، گمراہ کرے جس کو چاہے ہدایت بخشنے“

نیز فرمایا ہے:-

”وَاصْلَوْا فِرْعَوْنَ“
”فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا۔ ہدایت نہیں کی“

اس کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ فرعون نے اپنی قوم کا نام گمراہ رکھا اور ہدایت یافتہ نہیں رکھا۔۔۔۔۔ اس قسم کی آیتیں اور حدیثیں بکثرت موجود ہیں لیکن یہاں ہمارا مقصد قدر یہ پر رد کرنا یا ان کی غلط تاویلات کی دہجیاں کبھیرنا نہیں ہے۔ ان دلائل کو اس نے

اپنی دوسری کتابوں میں مفصل ذکر کیا ہے۔

کلام شعرائے استدلال | نیز حضرت ابن مسعود

ؓ فرماتے ہیں کہ جو جاہلیت اور اسلام میں عربوں کا مسلمہ عقیدہ رہا ہے۔ ایک راجز نے کہا ہے

یا ايها المصمِرُ هَمًّا لَا تَهْمُ
انك ان تقدر لثالث المصمِرِ تحم
(ترجمہ) ”اے غم کرنے والے! غم نہ کر اگر تقدیر میں یاری لکھی ہے تو بیمار ہو کے رہو گے“

ولو علوت شاهقا من العلم
كيف توقيك وقد جف القلم
(ترجمہ) ”تم کسی اونچے پہاڑ پر چڑھ جاؤ جب قلم خشک ہو گیا ہے۔ تو تم تقدیر کے تیر سے بچ کیسے سکتے ہو“
دوسرے نے کہا ہے:-

هي المقادير فليكني او قدر
ان كنت اخطأت فما اخطأ القدر
(ترجمہ) یہ سب تقدیر کا کھیل ہے۔ اب مجھے طاقت نہ ہو کہ رو یا نہ کرو۔ اگر میں نے غلطی کی ہے، تو تقدیر نے کوئی غلطی نہیں کی ہے!“

نہیہ کہتا ہے:-
ان تقوى ربنا خير نفل
و با صل الله ربتي و تحجل
(ترجمہ) ”اللہ سے ڈرنا بڑی دولت ہے اور میری تعجیل دتا خیر سب خدا کے حکم سے ہیں“

من هذا لا يسئل الخیر اھدی
ناعم البالی و من شاء اصل
(ترجمہ) ”جس کو خدا نے ہدایت کی، اس نے مطمئن ہو کر ہدایت پائی اور جس کو چاہا گمراہ کر دیا“

فرزدق اپنی بیوی توار کو طلاق دینے کے بعد شپان

منشا ہے۔ لیکن انسان کے ہاتھ سے ہوگا وہی جو اس کے مقدر میں لکھا ہوگا۔

حدیث جن پر بحث

اور یہ جو نظام نے ابن مسعودؓ پر اعتراض کیا ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے چند جاٹوں کو دیکھ کر کہا کہ یہ لوگ ان جنات سے بہت مشابہ ہیں جن کو میں نے لیلۃ الجن میں دیکھا تھا اور دوسری دفعہ کہنے لگے کہ لیلۃ الجن میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم میں سے کوئی بھی نہیں تھا جو صریح تعارض ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ ابن مسعودؓ جو ائمہ حدیث کے پیشرو تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص صحابہ میں سے تھے۔ ان سے یہ توقع نہیں رکھی جاسکتی کہ وہ آج تو کہیں کہ میں آنحضرتؐ کے ساتھ تھا۔ اور کل کو خود ہی اس کی تردید کر دیں۔ یاد رہے کہ ان کے دشمن ہزار چاہیں کہ ان کو اپنی سطح پر لے آئیں، مگر یہ ناممکن ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ جاٹوں والی حدیث ہی محدثین کے نزدیک صحیح نہیں ہے اور اس فن میں صرف محدثین کے قول ہی پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ ہر کارے و ہر مردے۔

علاوہ بریں ہمارے نزدیک دونوں حدیثوں میں سے ایک ضرور غلط ہے۔ کیونکہ اگر ابن مسعودؓ غلط تھا تو آج کچھ اور کل کچھ اور کہتے۔ تو لوگ ضرور ان سے پوچھتے کہ صاحب! آپ آج کیوں اپنے کل کی روایت کی تردید کر رہے ہیں؟ پس اگر محدثین کی تنقید کا اعتبار کیا جائے تب تو یہ روایت ہی غلط ہے۔ اور اگر دونوں روایتوں کو صحیح مان لیا جائے تو پھر معلوم ہوتا ہے کہ دوسری روایت میں لفظ "غری"

"تقدیر کسی مدبر کو مضرات سے بچنے سے نہیں روکتی۔ پوشیدہ تقدیر کو کوئی شخص معلوم نہیں کر سکتا۔ لیکن پھر بھی اسے حزم اور احتیاط سے کام کرنا چاہیے۔"

امام ابن قتیبہؒ فرماتے ہیں کہ ہم تقدیر کے ساتھ ساتھ حزم و احتیاط کے قائل ہیں اور یہی ہمارا عقیدہ ہے۔

نیز میں نے فارسی کی کسی کتاب میں دیکھا ہے کہ "ہرگز سے کسی نے پوچھا کہ فیروز نے سے استدلال

ہیاطلہ کے ساتھ جہاد کرنے کے بعد ان سے دہوکا کیوں کیا؟ اس کا جواب دیا کہ انسان اللہ کی قدرت اور مشیت کے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ خود کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ اور تقدیر سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔ پس جو شخص اس مسئلے کو سمجھنے کے باوجود کسی امر کے متعلق پوچھتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا۔ وہ گویا یہ پوچھتا ہے کہ یہ تقدیر ایسی کیوں ہوئی؟ اور اس کا ظاہری سبب کیا تھا۔ ٹھیک اس طرح جیسے لوگ پوچھتے ہیں فلاں نے کیا کیا۔ اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے ہاتھ پر کونسا کام کرایا گیا۔ یا جیسے لوگ کہتے ہیں کہ فلاں آدمی مر گیا یا بچ گیا اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ مارا گیا (فرشتوں کے ہاتھ سے) یا بچا یا گیا (خدا کے حکم سے) اور جو شخص اس کے خلاف سمجھتا ہے، وہ نادان ہے اور یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ فیروز کے معاملہ میں تقدیر کا حوالہ اس لئے دے رہے ہیں کہ اس کو معذور ٹھہرائیں۔ یا اس طرح اس کے کام کی تحسین مقصود ہے۔ ہم تو اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ انسان کے فعل کا خدا کی مخلوق پر جو اثر پڑے گا۔ اس کو اس کے مطابق جزا و سزا ملے گی۔ جو خدا کے عدل کا مین

رہ گیا ہے۔ اصل روایت یوں تھی :-

”مَا شَهِدْنَا هَذَا أَحَدًا“ | ”اس رات میرے سوا آنحضرتؐ
میتنا غیبی“ کے ساتھ کوئی بھی نہیں تھا“

ناوی نے یا تو لفظ غیبی سنا نہیں۔ یا سن کر بھول
گیا۔ یا ناقل سے رہ گیا۔ اور انسان ایسی کوتاہیوں سے
بچ نہیں سکتا۔

حضرت حذیفہؓ کی طرف سے جواب

نظام نے حضرت حذیفہؓ پر اعتراض کیا ہے کہ ”انہوں
نے قسمیں کھا کھا کر کہا کہ میں نے حضرت عثمانؓ کے متعلق
فلاں فلاں بات نہیں کہی۔ حالانکہ لوگوں نے ان کو خود
کہتے سنا تھا۔ جب حضرت حذیفہؓ سے کہا گیا تو انہوں
نے جواب دیا کہ میں دین کے ایک حصہ کے ذریعہ دوسرا
حصہ خریدتا ہوں“

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ نظام نے اس حدیث
کو بدترین رنگ میں پیش کیا ہے۔ اور اس کے لئے کوئی
مناسب محل پیدا نہیں کیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس
کے دل میں اصحابؓ رسولؐ کی عداوت اور دشمنی کوٹ
کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اس لئے وہ ان کی خوبیوں کو
نہیں دیکھ سکتا۔ محبت کی طرح عداوت اور بغض بھی انسان
کو اندھا اور بہرا کر دیتے ہیں۔

تو یہ

سمجھ لینا چاہیے کہ بعض اوقات جھوٹی بات کہنا اور
قسم توڑنا انسان کو سچی بات کہنے اور قسم پورا کرنے کی
یہ نسبت خدا سے زیادہ قریب کر دیتا ہے۔ کیا یہ صحیح
نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی جاہل بادشاہ سے ایک
مسلمان یا ذمی کی جان، حرمت اور گھر بار جھوٹا کہہ کر
جھوٹی قسم کھا کر بچالے۔ تو وہ خدا کے نزدیک ماجر اور

بندوں کے نزدیک مشکور ہو گا ؟

اگر ایک شخص قسم کھالے کہ میں رشتہ داروں سے
سلوک نہیں کروں گا۔ یا زکوٰۃ نہیں دوں گا۔ تو کہا دنیا کا
کوئی مفتی اس کو یہ فتوے دے سکیگا کہ وہ اپنی قسم پر
ثابت رہے ؟ جب کہ اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے
”وَلَا تَقْسُوْا اَللّٰهَ عِمْرَ حَنَّةٍ“ اور اللہ کے نام کسی کے ساتھ بھلائی
لائے مانتے کہ ”اَنْ“ کرنے، پر ہیز گار بننے اور لوگوں کے
خیر اور نفع کو دیکھنا اور نقصان دے کر دینے سے
”فَصَلِّحُوا بَيْنَ النَّاسِ“ مرک جانے کے لئے بہانہ مت بناؤ۔
اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ خدا کے نام کو نیکی سے
مرک جانے کے لئے اثر مت بناؤ۔ اگر غلطی سے ایسا ہو
بھی جائے۔ تو کفارہ دے کر قسم توڑ لو۔ اور وہی کام کرو
جس میں بھلائی ہو۔

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اگر کوئی
شخص قسم کھالے۔ اور پھر اس کا خلاف کرنا اچھا نظر آئے
تو کفارہ ادا کر دے اور بھلائی کا کام کرنے لگے۔
نیز جنگ کے موقع پر بھی شریعت نے تو یہی کی اجازت
دی ہے۔ نیز اصلاح بابی یا دھنچی ہوئی بیوی کو منانے
کے لئے بھی تو یہ جائز ہے۔

توریتہ : ایمام

نیز اگر کسی پر ظلم ہوتا ہو۔ یا اس کی جان خطرے میں ہو
تو اس کو شریعت نے تو یہ کرنے کی اجازت بھی دیدی ہے۔

تور یہ ایسے الفاظ استعمال کرنے کا نام ہے جن
کے دو مطلب نکلتے ہوں۔ مکمل اس کا ایک

مطلب مراد لے اور مخاطب کے ذہن میں دوسرا مطلب
آجائے۔ مثلاً ایک مفلس قرضدار پر قرضخواہ مقدمہ چلا
جس کے حق میں قرآن شریف نے مہلت دینے کا مشورہ
دیا ہے۔ اور وہ جیل سے بچنے کے لئے کہہ دے :-

”وَاللّٰهُ مَا لِهٰذَا عَلٰی شَيْءٍ“ | ”بخدا اس چیز کا مجھ پر کچھ نہیں آتا“
اور ”هٰذَا“ اسے مراد اس شخص کے علاوہ کوئی اور
چیز لے۔ یا ”وَالَا“ کہہ دے۔ اور دل میں اس کو
لفظ ”هٰذَا“ کا اسم فاعل سمجھ لے۔

یا مثلاً ایک شخص کسی کو جبراً قسم کھلا دے
کہ تم اس گھر کے دروازے سے باہر قدم نہیں رکھو گے
اور وہ تاویل کر کے دیوار پھاڑ کر نکل آئے۔
ہے بشریت میں اس قسم کی باتوں کو قور یہ کہتے ہیں۔

تعریض

نیز شریعت نے تعریض کی اجازت بھی دیدی ہے
اور بتایا ہے کہ تعریض کے ذریعے آدمی جھوٹ کہنے
سے بچ جاتا ہے۔ مثلاً ایک موقع پر حضرت ابراہیم
علیہ السلام نے اپنی بیوی کے بارہ میں کہا تھا کہ یہ
میری بہن ہے۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ سب مومن آپس
میں بھائی بھائی ہیں۔ یا جیسے کہ انہوں نے بتوں کو
توڑ کر رکھ دیا تھا اور جب ان سے پوچھا گیا تو فرلے
گئے۔

”بَلَّغْ فَعَلَّاهُ كَيْبُورُ هَمَّرَ“ | بلکہ ان کے اس بڑے نے کیا
ہذا فَاَسْتَلَوْهُ هُمْ اِنْ
كَانُوا يَنْطَلِقُونَ“ | ان سے پوچھ لو

اور مراد یہ لیا کہ اگر یہ بولتے ہوتے۔ تب ان کے
بڑے نے ان کو توڑ دیا ہوتا۔ یعنی حضرت ابراہیمؑ نے
نطق کو شرط فعل بھڑایا۔ نیز ایک موقع پر انہوں
نے فرمایا:-

”اِنِّیْ سَقِیْمٌ“ | ”میں بیمار ہوں“

اور دل میں یہ رکھا کہ میں بیمار ہونے والا
ہوں۔ اور ظاہر ہے کہ جس کے لئے موت مقدر ہے
اس کو کسی نہ کسی دن ضرور بیمار ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ

نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد
فرمایا ہے:-

”اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنْھُمْ مَیِّتُونَ“ | ”اچھی میت ہیں اور یہ لوگ بھی“
حالانکہ آں حضرت ۱۳ اس وقت زندہ تھے۔ مراد یہ ہے

کہ آپ عنقریب وفات پا جانے والے ہیں۔

چاہیے تھا کہ نظام ان امور کو سامنے رکھ کر حضرت
جدیفرض کے کلام کے لئے کوئی مناسب معنی نکالتا کیونکہ
ان کا یہ جملہ کہ ”اَسْتَوٰی دِیْنِیْ بِصَلٰتِہٖ بِعِیْشِیْ“ صاف
بتا رہا ہے کہ وہ اپنے دین کو بچانے کے لئے اور خدا
کو خوشنود رکھنے کے لئے اس کرتے تھے۔

(باقی آئندہ)

حکومت پنجاب کا افسوسناک اقدام

(بقیتہ از صفحہ ۲)

کے لئے تیار بیٹھی ہے۔ اور حکومت پنجاب بھی مدح صحابہؓ
کو برداشت کرنے کی روادار نہیں۔

ہماری رائے میں تو حکومت پنجاب کو عقل و تدبیر سے

کام لیتے ہوئے اس موقع پر یہ مستحسن اقدام کرنا چاہیے

تھا کہ وہ حکومتِ یوپی پر اپنے اثر و رسوخ سے یہ

دباؤ ڈالتی کہ نہ صرف مصلحت بلکہ عدل و انصاف

کا بھی اس وقت یہی اقتضاء ہے کہ ان ساڑھے چار

ہزار بے گناہ سنی مسلمانوں کو فوراً رہا کر دیا جائے کہ جو

صرف مدح صحابہؓ کے جرم میں جیلوں میں ڈال دیئے

گئے ہیں۔ ورنہ قصہ ہے کہ نہ صرف پنجاب بلکہ تمام ہندوستان

کے سنی مسلمان لاکھوں کی تعداد میں ان ساڑھے

چار ہزار بے گناہ قیدیوں کی پیروی کرنے کے لئے

سیلاب اور طوفان کی طرح اٹھ کھڑے ہوں گے اور

پھر حکومتِ یوپی کے لئے سخت مصیبت کا سامنا ہوگا۔

صورت ائیات

کوٹ مومن میں مرزاہوں کو شاندار شکست

سلیم نے دو چیزیں نہایت دھڑلے کے ساتھ پیش کیں پہلی یہ کہ انبیاء سابقین کے مقابلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اتنی اونچی ہے کہ حضورؐ کی پیروی سے بھی انسان نبی بن سکتے ہیں۔

مولوی لال حسین صاحب اختر | حضرت ابوبکر - عمر - علی - حسن - حسین

رضی اللہ عنہم نے پیروی کی تھی یا نہیں؟ اگر کی تھی تو وہ نبی کیوں نہ بنے؟ (جواب ندارد)

دوسری بات یہ بیان کی کہ اگر ختم الہی ختم کرنے والے کے ہوں تو پھر حضورؐ تو ایک عیسے کا گلابھی نہ گھونٹ سکے۔ خاتم کیسے ہوئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

موضع کوٹ مومن تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا میں ۲۷ مئی ۱۹۴۱ء کو جماعت مرزائیہ اور مسلمانوں کے درمیان پُر امن مناظرہ ہوا جس میں جماعت مرزائیہ کی طرف سے تین مولوی موجود تھے۔ سلیم اور احمد یار اور عبدالغفور مسلمانوں کی طرف سے صرف مولوی لال حسین صاحب اختر مناظرہ تھے۔

پہلے اجلاس میں جو ۱۲ مئی کو صبح ۸ بجے شروع ہوا۔ موضوع زیر بحث مسئلہ ”ختم نبوت“ تھا۔ کل وقت تین گھنٹے مقرر ہوا۔ پہلی تقریر مولوی لال حسین صاحب اختر کی تھی۔ جس میں انہوں نے ختم نبوت کے لئے دس آیتیں، دس حدیثیں اور مرزا غلام احمد قادیانی کے دس قول پیش کئے۔ جس کے جواب میں مولوی

(بقیۃ صفحہ ۳۶)

ہم حکومت پنجاب کو نہایت صدق و اخلاص کے ساتھ مشورہ دیتے ہوئے استدعا کرتے ہیں کہ وہ محض شیعہ افرو و رسوخ اور ان کی سازشوں سے متاثر نہ ہوتے ہوئے اپنے غلط فیصلہ پر نظر ثانی کرے اور اگر اس معاملہ میں وہ کوئی نیک کام کرنے کے لئے تیار نہیں۔ تو اس کے لئے یہی مناسب ہے کہ وہ اس معاملہ میں قطعاً غیر جانبدار رہے۔ کیونکہ فوج محمدی کے قافلوں اور ڈکیتوں کی منزل مقصود اور محاذ پنجاب نہیں۔ بلکہ توپاتی ہے۔ حکومت پنجاب سے تو ان لوگوں کی کوئی جنگ نہیں تھی۔

شمس الاسلام

کی

اشاعت بڑھانا ہر بھی خواہ اسلام

کافرین اولین ہے۔ (منہج)

مولوی لال حسین صاحب | سقل کے ناخن لو حضور
 علیہ السلام نبی تھے معاذ اللہ
 کوئی قاتل تھوڑے تھے مرزائیوں نے اپنی عادت
 مستمرہ کے موافق کوئی علی اور معقول جواب دیتے
 ہوئے اپنا نام پورا کرنے کے لئے اٹھ کر کچھ اہم علم
 الاپ دینا اپنا فریضہ بنالیا۔ اخیر میں مولوی لال حسین
 صاحب نے مرزا قادیانی کی عبارت پیش کی جس میں
 لکھا تھا کہ میرے بعد جو لوگ پیدا ہوں گے۔ وہ حلال
 کو حرام اور حرام کو حلال سمجھنے والے ہوں گے۔ لہذا
 معلوم ہوا کہ اب لوگ ماں بہن سے زنا کرنے والے ہنوز
 کھانے والے اور مچھوں قسم کے ہوں گے۔ اس پر زانی
 سخت سٹ پٹائے۔ اور عبارت کا مطالبہ کیا۔ دو سو
 روپیہ شرط لگا دی۔ اگر یہ عبارت دکھا دو۔ دوسرے
 روپیہ کا نوٹ نکال کر میز پر رکھ دیا۔ مولوی لال حسین
 صاحب نے کہا کہ عبارت میں کتنی بار تمہارے سامنے
 پڑھ چکا ہوں۔ لیکن تم کہتے ہو کہ یہ عبارت صحیح
 نہیں ہے۔ پھر اس کا فیصلہ اس طرح ہو سکتا ہے
 کہ میں کتاب مجمع میں بیٹھے ہوئے کسی ہندو سکھ
 پڑھے لکھے آدمی کے ہاتھ میں دیدیتا ہوں۔ وہ
 عبارت پڑھ لے گا۔ اگر عبارت غلط نکلی۔ تو میں دس
 روپے جرمانہ ادا کروں گا۔ اگر صحیح نکلی تو بقول تمہارا
 دوسو روپے لینے کا مستحق ہوں گا۔ اس بات کو سب
 مجمع والوں نے منظرِ استحسان دیکھا۔ لیکن مرزائی
 بقول کہے "خونے بدرا بہانہ" بسیار بار بار چھیٹے
 چلاتے رہے۔ کہ عبارت پڑ ہو۔ اور ہم اس شرط کو
 منظور نہیں کرتے۔ ادھر سے وہی مطالبہ ہوتا ہے
 بالآخر وہ مرزائی چودہری جس نے مناظرہ کروایا تھا
 اٹھا اور اس نے اپنی دیہاتی سادگی کی وجہ سے
 اعلان کرنا چاہا کہ اگر عبارت صحیح نکلی۔ تو دوسو روپے

میں دوں گا۔ لیکن مرزائی مولویوں نے اسے بالجبر خاموش
 کر کے بٹھا دیا۔ اور ایسا کرنے سے باز رکھا۔ مجمع
 تالیوں کے زور سے گونج اٹھا اور مرزائیوں کے
 چہرے رات کی طرح تاریک ہو گئے
 مولوی لال حسین صاحب نے دس سے زائد
 مطالبات کئے۔ لیکن ایک کا جواب بھی نہ دیا گیا۔
 اور آئیں بائیں شائیں کر کے ٹال گئے۔
 دوسرے اجلاس میں جو ۳ بجے ظہر سے شروع
 ہوا۔ موضوع مناظرہ "حیاتِ مسیح" تھا۔ مرزائی
 جماعت کی طرف سے مناظر مولوی احمد یار مقرر ہوا۔
 اور صدر مولوی عبدالغفور۔ اور مسلمانوں کی طرف سے
 مولوی لال حسین صاحب آخر مناظر تھے۔ اور امیر
 حزب الانصار مولانا مولوی ظہور احمد صاحب بگوتی
 صدر تھے۔ مولوی لال حسین صاحب نے پھر صبح
 کی طرح قرآن مجید اور حدیث نبویؐ اور اقوال مرزا
 سے موضوع کو خوب شاندار طریقہ پر پایہ نبوت کو
 پہنچایا۔ اور مطالبہ کیا کہ وفاتِ مسیح علیہ السلام پر
 کسی صحابی کا قول پیش کر دو۔ یا کسی صحابی نے
 کہا ہو کہ آنے والا مثیل مسیح ہے کسی حدیث میں
 دکھا دو کہ حضورؐ نے فرمایا ہو کہ آنے والا مثیل مسیح
 ہو گا۔ سبیل المؤمنین بقول مرزائے قادیان و خلیفہ
 محمود کے "حیاتِ مسیح" کا عقیدہ ہے۔ اسی طرح
 سولہ مطالبے پیش کئے۔ مرزائی مقرر نے کسی ایک
 مطالبے کو چھوڑا۔ کہ بھی نہیں بلکہ "یدفن معی
 فی قبوری" کے معنی میں بڑی ڈھٹائی سے کہا کہ
 کیا حضرتؐ کی قبر اکھاڑی جائے گی؟
 مولوی لال حسین صاحب نے فرمایا۔ قبر سے
 مراد روضہ مبارک ہے اور اکھاڑنے کا ذکر کہیں
 نہیں۔ اتفاقاً مولوی لال حسین صاحب کے منہ سے

ایک دفعہ صرف "تہارا مرزا" مکل گیا۔ پھر تو مرزائیوں نے شامیانہ سر پر اٹھالیا کہ مرزا صاحب کہو لیکن اپنے وقت میں وہ بار بار "تجو" یوں کہتے ہیں کی رٹ لگانے میں مشغول رہے۔ اس پر صدر صاحب نے مخالفین اور اہل جمع کو متوجہ کیا کہ دیکھو ان لوگوں کے دلوں میں حضور کی عزت مرزا سے بھی کم ہے کہ اس کا نام تو بغیر صاحب کے نہیں سن سکتے اور حضور کا اسم گرامی خالی خالی لینے میں کوئی حیا و شرم نہیں آتی۔ پھر اگر اس کا اعادہ ہوا تو ہم مرزا کا نام اصلی رنگ میں لیں گے۔ دونوں اجلاسوں میں عوام نے مرزا ہوں کی آخری تقریر قطعاً نہ سنی اور اٹھ کر چلے گئے۔ مرزائی بچے کہ جب ہم کوئی بات کرتے ہیں تو لوگ تاکیاں کیوں بجاتے ہیں۔ صدر صاحب نے کہا۔ ہم تو نہیں کہتے کہ بجائیں۔ لیکن اگر آپ کوئی مقول جواب دیں اور مضحکہ خیز جوابوں سے باز آجائیں تو شاید یہ لوگ بھی باز آجائیں۔

تیسرا اجلاس ۲۸ مئی صبح ۸ بجے شروع ہوا جسکا موضوع "صداقت مرزا" تھا۔ مرزائی جماعت کی طرف سے مولوی سلیم مناظر تھے اور عبد الغفور صدر اور مسلمانوں کی طرف سے مولوی لال حسین صاحب مناظر اور مولوی ظہیر صاحب بگوتی صدر تھے۔ مرزائیوں نے پہلی تقریر میں صدر مرزا کے ثبوت میں اس کی پیشین گوئیوں کی فہرست پیش کی۔ اور ان کو سچائی کا نشان قرار دیا۔ مولوی لال حسین صاحب نے جواباً ایک ایک پیشین گوئی کی تردید کی۔ لیکن جب مولوی لال حسین صاحب نے مرزا کی نبوت پر کوئی اعتراض کیا تو انہوں نے جھٹ وہی نقص انبیاء سابقین میں تلاش کرنے کی کوشش کی۔ اس کا افرامج پر بہت بُرا ہوا۔ اور مرزائیوں کو لوگ نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگ گئے۔ مولوی لال حسین صاحب نے کہا کہ مرزا کہتا ہے کہ میں مکہ میں مرنے کا یا مدینہ میں اور مرزا قادیان میں مولوی سلیم مرزائی نے بغایت وقاحت کے ساتھ کہا کہ قرآن

میں اگر تم کہیں کہ کمالیہ دکھا دو تو میں تمہیں قادیان قرآن میں دکھاؤں گا۔ اس بات پر مجمع میں خوب چہل پہل ہو گئی۔ اور مولوی سلیم نے اپنے مطالبے پر خوب زور دیا۔ جوابی تقریر میں مولوی لال حسین صاحب نے ببطن مکہ قرآن میں سے نکال کر آگے رکھ دیا۔ پھر تو مرزائیوں پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ یہ ہے مرزائیوں کی قرآن دانی اور علمیت۔ پھر جب مولوی لال حسین صاحب نے پاپائے قادیان اور خلیفہ محمود کے عجز بھر کھول کر لوگوں کو بتائے اور خانہ سادہ نبوت کے اخلاقی پہلو پر تقریر کی۔ تو مرزائی مارے شرم کے پانی پانی ہو گئے۔ لیکن دلیری اور ذنات کی بھی کوئی حد ہوتی ہے خلیفہ صاحب کے ننگے تاج دیکھنے کے جواب میں مولوی سلیم نے کہا کہ "مصلح کو سب کچھ دیکھنا پڑتا ہے" اس پر خوب فہمہ چڑا۔ مولوی لال حسین صاحب نے کہا۔ پھر اس کا تجربہ گھر ہی میں کر لیتے۔ یورپ جانے کی دھم کیوں گوارا کی۔ مرزائی سخت شرمندہ ہوئے۔ لیکن تعصب اور بڑی بلا ہے۔ خلافت المرام بڑی ذلت و رسوائی کے ساتھ مرزائی دماغ سے بھاگے۔ (فاکھ شد علی ذالک)

قادیان کے ایک مرزائی کا قبول اسلام غریبی

میں ۳۴ سال تک قادیان مرزائی رہ چکا ہوں مرزائیوں کے اصطلاح کے مطابق میں مرزا آنجنابی کا "صحابی" ہوں میں نے اس طویل عرصہ میں سوائے اسکے کہ پارسی بازی کا شکار رہا۔ رنج و کلام و نشان بھی نہ پایا۔ بلکہ اس کے خلاف اسمر تا پیا مرزائی عقائد کی ہر چیز کو خلاف اسلام پایا۔ ضمیر نے ملامت کی کہ کیوں ایک غلط پارسی کے ساتھ بندھے رہنا خلاف انسانیت ہے۔ اس لئے میں آج مولانا بہار الحق صاحب قاسمی اور سری کے ہاتھ پر تجدید اسلام کر کے مرزا ایت کے خلاف اعلان بیزاری کرتا ہوں۔ تمام

برادران اسلام سے درخواست ہے کہ میرے لئے استقامت کی دعا فرمائیں۔ (الحجد :- گلاب الدین راجپوت قادیانی۔ محلہ اندرون قادیان)

حضرت امیر حزب الانصار کی گرفتاری

پر کسی قسم کی کوئی پابندی قائم نہ کی۔ غرض سکندری حکومت جب سے قائم ہوئی ہے، اہل السنۃ والجماعۃ برا بربط و ستم کا ستھ مشق بنے ہوئے ہیں۔ اور اس تمام عرصہ میں ایک مرتبہ بھی اہل السنۃ والجماعۃ کی بجائی نہیں کی گئی۔ نہ ان کے حقوق کا تحفظ کیا گیا۔

مولانا گیسو اور مولانا عبدالسلام لکھنؤ کی گرفتاری

کچھ عرصہ سے حکومت یوپی کی شیعہ فوج پالیسی کے خلاف بطور احتجاج اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی عزت و حرمت کے تحفظ کی خاطر لکھنؤ کے حتماس اہل السنۃ والجماعۃ نے پھر سول نافرمانی کی تحریک شروع کر رکھی ہے۔ کئی ہزار سستی جیل میں جا چکے ہیں۔ لکھنؤ کے ان مجاہدین کے ساتھ پنجاب کے سنیوں کی ہمدردی قدرتی تھی۔ چنانچہ فوج محمدی نے اس تحریک کو اپنے ہاتھ میں لیا اور لکھنؤ قافلے بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا۔ پہلا قافلہ حضرت صاحبزادہ محمد زین الدین صاحب سجادہ

نشین ترک ضلع میاوالی کی قیادت میں مرتب ہوا۔ ”محمودی فوج“ کا ذکر لاہور میں حضرت شاہ محمد غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خزانہ مبارک کے سامنے کھول دیا گیا۔

تاکہ مختلف اضلاع پنجاب سے آنے والے قافلوں کے لئے سہولتیں بہم پہنچائی جائیں۔ حضرت مولانا گیسو نے ابھی اس سلسلہ میں مسجد حضرت شاہ محمد غوث صاحب

میں صرف ایک ہی (وہ بھی نہایت محتاط) تقریر فرمائی تھی کہ آپ کو ڈیڑھ دو گھنٹہ کے بعد گرفتار کر لیا گیا۔

مولانا عبدالرشید صاحب لکھنؤی کے صاحبزادہ مولانا

سر سکندر حیات خاں نے جب سے غازی و وزارت ہاتھ میں لی ہے، پنجاب میں اہل حق (اہل السنۃ والجماعۃ) کے ساتھ ایک سے زائد مرتبہ بے انصافی روا رکھی گئی ہے۔

قصور، دو کوہا سادات (ضلع جالندھر) اور ضلع جہلم کے ایک گاؤں میں شیعہ سنی نزاع برپا ہوا۔ تو سکندری حکومت نے شیعوں کی پیٹھ بھونکی اور اہل السنۃ کے حقوق کو ٹھکرا

قادیان میں مرزا محمود اور اس کے چیلے چانٹوں نے غریب اہل السنۃ والجماعۃ پر مظالم کا جو سلسلہ جاری کر رکھا ہے اسکا

انسداد باوجود اہل السنۃ کی بیخ و بیکار کے اتیک نہیں ہوا۔ بلکہ اُلٹا ہر موقع پر مسلمانوں ہی کا گلا گھونٹنے کی کوشش

کی جاتی ہے۔ غایت اللہ شرفی اور فاکر روں نے جب علامہ اسلام کے خلاف باجی تحریری اور تقریری طور پر تشدد آمیز، اشتعال انگیز اور امن سوز پروپیگنڈا کیا۔ حتیٰ کہ قاتلانہ حملوں کی دہکیاں کھلم کھلا دیں۔ اور

سر سکندر کی حکومت کو اس طرف توجہ دلائی جاتی رہی تو سر سکندر نے اسے ایک کان سے مٹا اور دوسرے

کان سے نکال دیا۔ ہاں ان کی گوشمالی صرف اُس وقت ضروری سمجھی گئی جب انہوں نے خود سر سکندر سے ٹکر لی۔

پھر لکھنؤ کے روافض نے نبرا جیسی ملعون تحریک شروع کی تو پنجاب سے آٹھ ہزار تیز زنی شیعہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں دینے کے لئے جتھوں کی صورت میں لکھنؤ روانہ ہوئے۔ بلکہ سر سکندر کی اسمبلی

پارٹی کے متعدد شیعہ ارکان اس ملعون تحریک کی علامت امداد کرتے رہے۔ لیکن سر سکندر بہادر مٹھ میں گھٹنگنیا ڈال کر تماشا دیکھتے رہے اور انہوں نے تیز زنی شیعوں

عبدالسلام صاحب بھی اسی سلسلہ میں پنجاب تشریف لائے ہی تھے کہ آپ کو بھی قصور میں گرفتار کر لیا گیا۔ ان دو گرفتاریوں سے سکندری حکومت کے آئندہ عزائم کا اندازہ ہو گیا۔ اور دنیائے دیکھ لیا کہ سرسکندراپتی حکومت کے آغا زادی سے حق دشمنی اور باطل نوازی کا جو راستہ اختیار کر چکے ہیں اُسے کسی حالت میں بھی چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

شیعوں اور سُنیوں کیساتھ امتیازی سلوک

ایک طرف حکومت پنجاب کی شیعہ نوازی کو دیکھتے کہ پنجاب سے ہزاروں شیعہ صحابہ کرام کی شانِ اقدس میں گالیاں بکھنے کے لئے لکھنؤ جاتے ہیں اور حکومت خاموشی کے ساتھ تماشا دیکھتی ہے۔ اور دوسری طرف اہل سنت کے مقتدر رہنماؤں کو قبل اس کے کہ وہ کسی "جرم" کا ارتکاب کریں، گرفتار کر کے نظر بند کر دیا جاتا ہے یہ وہ کھلا ہوا اور واضح ترین امتیازی سلوک ہے جو شیعوں اور سُنیوں کے مابین روارکھا جا رہا ہے اور جو دنیا کے کسی بھی آئینِ عدل و انصاف کے رو سے جائز نہیں ہے۔

شیعہ نوازی پالیسی کے محرکات

کیا آپ کو معلوم ہے کہ عدل و انصاف کے مقتضیات کا یہ قتل عام کیوں ہو رہا ہے؟ سوادِ اعظم کے مقابلہ میں اقلیت کو کیوں سرپرچڑھایا جا رہا ہے؟ غالب اکثریت کے حقوق کو کس بنا پر پامال کیا جا رہا ہے؟ یہ سب کچھ اس لئے اور صرف اس لئے ہو رہا ہے کہ سرسکندری اتحاد پارٹی میں بارہ تیرہ ممبرانِ اسمبلی سرسکندری کی وزارت کے پائے بننے

ہوئے ہیں۔ وہ سب کے سب اسمبلی اور اتحاد پارٹی کے ممبر ہوتے ہوئے بھی کفر اور غالی شیعہ واقع ہوئے ہیں۔ ان میں باہمی اتحاد و یک جہتی موجود ہے ہر موقع پر ان کی مذہبی رنگ پھڑکتی ہے اور وہ جو کچھ چاہتے ہیں۔ سرسکندری سے منوالیتے ہیں۔ اس کے خلاف اہل سنت کہلانے والے ممبرانِ اسمبلی میں مذہبی احساس اور دینی غیرت موجود نہیں۔ وہ

صرف دنیاوی و جاہت کے بھٹو کے ہیں۔ دین و مذہب سے اُنہیں کوئی دلچسپی نہیں۔ حالانکہ سُنی کہلانے والے ممبر بلکہ شیعہ ممبر بھی اکثر سُنیوں ہی کے ووٹوں سے کامیاب ہو کر اسمبلی میں پہنچے ہیں لیکن جب کبھی اس قسم کا معاملہ پیش آیا سُنی ممبروں نے ہمیشہ بے اعتنائی، بے حسیت، بلکہ سُنیوں سے غداری کا ثبوت دیا۔ اور شیعہ ممبروں نے ہر موقع پر علانیہ شیعہ مفاد کی حفاظت کے لئے کام کیا۔ اور آخر کامیاب ہوئے۔

سرسکندری کو صرف اپنی وزارت سے غرض ہے ان میں بھی باقی نام نہاد سُنی ممبروں کی طرح احساسِ دین موجود نہیں۔ احساسِ دین تو بڑی چیز ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیعہ ممبروں کی دلجوئی کی گرجوئی میں عام مقتضیاتِ عدل و انصاف کو بھی کچھ زیادہ قابلِ توجہ نہیں سمجھتے۔ ان حالات میں پنجاب کے رہنمایانِ اہل سنت کا فرض ہے کہ وہ اپنے مذہب کے تحفظ کیلئے مناسب تدابیر سوچیں اور انہیں بروئے کار لانے کی کوشش کریں۔ ہم حکومت کو بھی توجہ دلاتے ہیں کہ وہ مولانا بگٹی اور مولانا لکھنوی کو فوراً غیر مشروط طور پر رہا کر کے بدنامی کے اس داغ کو جو اُس کے دامن پر لگ چکا ہے۔ دور کر کے اپنا رتنی منصبی ادا کرے۔

عام اہل سنت سے اپیل

اب جب کہ حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بگوتی گرفتار کر کے نظر بند کر دیئے گئے ہیں۔ اور مجلس حزب الانصار، فوج محمدی، مدرسہ عربیہ عزیزہ بھیرہ اور رسالہ "شمس الاسلام" کو آپ کی سرپرستی سے غیر متعین مدت کے لئے محروم کر دیا گیا ہے۔ علمائے کرام، مشائخ عظام، دیندار اور باب ثروت و دولت اور عام حواس اہلسنت بھائیوں کا فرض ہے کہ وہ مولانا کی عدم موجودگی میں آپ کی ان امانتوں کو ضائع نہ ہونے دیں اور ان کی برہنہ از پیش مالی اور اخلاقی امداد کر کے اپنا فرض ادا کریں۔

"شمس الاسلام" کے اخراجات بہت زیادہ ہیں اور آمدنی نہایت کم ہے۔ کما نذکی انتہائی گرانی نے پہلے ہی ناک میں دم کر رکھا ہے۔ اب اس حسب یہ ابتلا میں ہماری مشکلات بہت زیادہ بڑھ گئی ہیں اس لئے جب تک "شمس الاسلام" کے کم از کم پانچ سو مزید خریدار مہیا نہیں ہوتے، یہ مشکلات رفع نہیں ہو سکتیں۔ امید ہے کہ برادران اہل سنت اس باب میں جلد از جلد عملی قدم اٹھا کر اور امدادی رقم جمع کر کے ارسال فرمائیں گے۔ اور یوں مولانا محمد رح کے مقدس مشن کے ساتھ عملی ہمدردی کا ثبوت پیش کرینگے۔ رقیس بھتیجے وقت یہ نصرت و ضرور کی جائے کہ یہ رقم فلاں شعبہ اور فلاں مدرسے کے لئے ہے۔ تمام رقیس منشی غلام حسین صاحب بنجر جریڈ شمس الاسلام جامع مسجد بھیرہ پنجاب کے

تہ پر ارسال کی جائیں۔ ہر جگہ احتجاجی جلسے منعقد کئے جائیں

ضرورت اس امر کی ہے کہ پنجاب کے ہر شہر

اور ہر قریہ میں جلد از جلد عظیم الشان احتجاجی جلسے منعقد کر کے حسب ذیل ریزولیوشن منظور کیا جائے۔ اور اس کی نقلیں گورنر پنجاب اور وزیراعظم حکومت پنجاب کے علاوہ حسب ذیل اخبارات کو بھیجی جائیں (۱) روزنامہ زمیندار (لاہور) (۲) روزنامہ احسان لاہور (۳) روزنامہ مشرق جدید لاہور (۴) اخبار "نظم" لاہور (۵) اخبار "مسلمان" لاہور۔ لاہور۔ (۶) روزنامہ شہباز لاہور (۷) رسالہ "شمس الاسلام" بھیرہ پنجاب (۸) اخبار مدینہ بجنور (پو، پی) (۹) روزنامہ حقیقت لکھنؤ (۱۰) روزنامہ اودھ اخبار لکھنؤ۔

ریزولیوشن کے الفاظ

"مسلمانانہ... کا عظیم الشان جلسہ سرسکدر

حیات خاں وزیراعظم پنجاب کی حکومت کی اس پالیسی کو سخت قابل مذمت قرار دیتا ہے جس کے رُوسے مجاہد ملت حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بگوتی میر حزب الانصار بھیرہ (پنجاب) اور مولانا عبدالسلام صاحب لکھنؤ کو گرفتار کیا گیا ہے۔ یہ جلسہ حکومت پنجاب کی اس پالیسی کو مسلم آزادی اور شیعہ نوازی پر حملہ کرتا ہے کہ تیرائی شیعوں کو تو ہزاروں کی تعدادیں تیرا بازی کیلئے لکھنؤ جاتی تھیں دیدی گئی تھی۔ لیکن اہل سنت رہنماؤں کو فوراً گرفتار کر لیا گیا۔ یہ جلسہ حکومت پنجاب سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنی اس مسلم آزار پالیسی کو ترک کر کے ان دونوں رہنماؤں کو جلد از جلد غیر مشروط طور پر رہا کر دے اور مولانا کی کبریائی کو بدھنی کو دور کرے۔

حضرت مولانا بگوتی اور مولانا لکھنوی "مدح صحابہؓ"

کے مقدس مقصد کی خاطر گرفتار ہوئے ہیں۔ اس لئے اس کے مقدس تحریک کے مختصر حالات ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کئے جائیں۔

تحریک صحابہ رضی اللہ عنہم کے مختصر حالات

لکھنؤ کے مسلمان مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کے سلسلہ میں جو احتجاجی کارروائی کر رہے ہیں۔ اس سے باہر کے مسلمان عام طور پر ناواقف ہیں۔ اس لئے تحریک کی پوری تاریخ مختصر طور پر عام معلومات کے لئے ہم شائع کر رہے ہیں۔ تاکہ اس کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

مدح صحابہ رضی اللہ عنہم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس اصحاب رضی اللہ عنہم کی قرآن و حدیث میں جو زندگی اور مدح بیان کی گئی ہے مسلمان ان کو اسی کا مستحق سمجھتے ہوئے ان کی مدح و تعریف کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں۔ ان اصحاب رضی اللہ عنہم نے اسلام اور پیغمبر اسلام کی جو خدمات کی ہیں اور جس طرح جان و مال کی بے دریغ قربانیاں اسلام کی راہ میں پیش کی ہیں۔ اس کا اقرار اپنوں ہی کو نہیں بلکہ غیروں کو بھی ہے۔ مسلمانوں نے ہمیشہ آذادانہ طور پر صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف کی ہے۔ اور کرتے رہیں گے۔ اسلام کے ان برگزیدہ اصحاب رضی اللہ عنہم کی مدح پر اگر کوئی حکومت پابندی لگاتا چاہے تو یہ اس کا غیر دانشمندانہ کام کہا جائیگا اور کسی قوم کے مذہبی پیشواؤں کی تعریف کرنے سے روکنے کا الزام اس پر عائد ہوگا۔

مدح صحابہ رضی اللہ عنہم پر پابندی ۱۹۲۹ء میں سر جان ہیوٹ کی حکومت نے لکھنؤ میں عشرہ محرم (۲۰ محرم، چہلم، ۱۰ صفر) اور ۲۱ رمضان کو برسر عام مدح صحابہ رضی اللہ عنہم پڑھنے کی ممانعت کر دی۔ جسے مقامی حکام اور شیعوں کی ساز باز نے پورے سال تک وسعت دیدی۔ ۱۹۳۶ء میں لکھنؤ کے مسلمانوں نے اس پابندی کو ہٹانے کے لئے باقاعدہ کوشش کی جس کی وجہ سے ۱۹۳۷ء میں حکومت نے حالات کی تحقیقات کے لئے الیپ کمیٹی قائم کی۔ مارچ ۱۹۳۷ء میں کانگریس

حکومت نے اپنا فیصلہ الیپ کمیٹی کی رپورٹ کے شائع کیا اس فیصلہ میں صاف طریقہ پر یہ لکھا گیا کہ ”شیعوں کا برسر عام مدح صحابہ رضی اللہ عنہم پڑھنے کا حق معرض بحث نہیں۔ یہ حق بے شبہ ان کو حاصل ہے۔ رپورٹ اور سرکاری فیصلہ کی اشاعت کے بعد اس کی کوشش کی گئی۔ کہ ایک عام جلسہ کر کے اس حق کا باقاعدہ استعمال کیا جائے۔ مگر بعض حکام کے پیدا کردہ حالات کی بناء پر اس کا موقع نہ ہو سکا۔ سنی مسلمانوں نے اپنا حق حاصل کرنے کے لئے احتجاجی طور پر قانون شکنی کی اور درمیان میں عارضی التوائے علاوہ اسکو ہمت کے ساتھ فروری ۱۹۳۹ء تک جاری رکھا۔ مارچ ۱۹۳۹ء میں حکومت نے ایک عام اعلان کیا۔ جس میں وعدہ کیا کہ ۱۲ ربیع الاول کو لازماً مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کا جلوس نکالنے اور جلسہ عام میں مدح صحابہ رضی اللہ عنہم پڑھنے کا مسلمانوں کو موقع دیا جائے گا۔ اس اعلان کی اشاعت سے پہلے ہی شیعوں نے عام سڑکوں پر تیز ایک کر قانون شکنی شروع کر دی۔

مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کا جلوس ۱۹۳۹ء میں حکومت کے اعلان کے مطابق

مسلمانوں نے مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کا جلوس نکالا۔ اسی سال کے آخر میں جنگ شروع ہو جانے کی وجہ سے کانگریس وزارت نے استعفا دے دیا اور حکومت کی ذمہ داری گورنر نے سنبھال لی۔ توشیعوں نے پھر کوشش کی مگر اس وقت حکومت نے کوئی اثر قبول نہیں کیا۔ ۲۰ اپریل ۱۹۳۹ء میں بھی جلوس مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کھلنے کے انتظامات کر دیے گئے۔ شیعوں نے حکومت کو مرعوب کرنے کے لئے فساد برپا کیا مگر جلوس پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔

اجتادِ زمیندار کا تذکرہ

مولانا ظہور احمد گوبی کی گرفتاری

مولانا ظہور احمد
گوبی سالار

اعظم محمدی فوج پریسوں گرفتار کر لئے گئے۔ آپ کی گرفتاری قانونِ دفاعِ ہند کے ضابطہ ۱۲۹ کے ماتحت عمل میں لائی گئی مولانا چندیم سے لاہور میں مقیم تھے۔ اور تحریکِ مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کے سلسلے میں رضا کاروں کو مکھڑو بھیجتے تھے۔

ابیں ہولی طور پر ایسی تحریکات اور ایسی تحریکات کے لیڈروں سے کوئی دلچسپی نہیں جن کی سرگرمیوں سے اسلامی فرقوں میں مناسبت پیدا ہونے کا احتمال ہو۔ لیکن اس عقیدے کے باوجود ہم مولانا کی گرفتاری کو قابلِ تحقیر نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس سے پہلے جب تبرائیچی ٹیشن نے سراٹھایا تھا تو اکثر رضا کار پنجاب ہی سے بھیجے گئے۔ لیکن حکومتِ پنجاب اس مسئلے کی پیچیدگیوں سے واقف تھی۔ اس لئے اذراہ مصلحت اندیشی تبرائیاں لیڈروں پر کوئی پابندی عائد نہ کی گئی۔ یہاں تک کہ ایک دو حضرات اسمبلی کی وزارتی پارٹی کے بھی رکن تھے جو تبرائیاں کی رہنمائی کا افسوسناک کام کرتے تھے۔ لیکن حکومتِ پنجاب کی فراخ دلی نے ان کے خلاف قدم اٹھانے کی اجازت نہ دی اور لطف یہ ہے کہ محولہ بالا تبرائیوں میں سے ایک صاحب کو حینِ خدمت کے حیلے میں ایک خطاب بھی ملا ہے۔ ان حقائق کے پیشِ نظر ہمیں افسوس کیسا تھا لکھنا پڑتا ہے کہ جن مصلحت اندیشی کا ثبوت تبرائی ٹیشن کے دلوں میں دیا گیا۔ اسے تحریکِ مدح صحابہ رضی اللہ عنہم جمہور کے ایام میں نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اس لئے جن حکام نے حکومت کو مولانا کی گرفتاری کا مشورہ دیا ہے۔ انہوں نے نادانستہ طور پر شیخِ دوستی بٹیار پیدا کرنے کی نامحسوس ذمہ داری قبول کر لی ہے۔ اب حکومتِ پنجاب کا فرض ہے کہ اس غلطی کی تلافی کرے اور جہاں تک ممکن ہو مولانا ظہور احمد کو اولین فرصت میں رہا کر دے تاکہ لکھنؤ کی

اس سال
۱۹۴۱ء

مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کے جلوس پابندی

میں ربیع الاول کے شروع میں مسلمانوں نے مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کا جلوس نکالنے کی درخواست دی۔ راستہ کے تعین اور دیگر انتظامات کے لئے مقامی حکام سے گفتگو کی تو حکام نے مسلمانوں پر ایسی پابندی لگا دی۔ جو اس سے پہلے نہیں تھیں۔ ربیع الاول کو ڈپٹی کمشنر نے مسلمانوں کو اطلاع دی کہ ۱۲ ربیع الاول کو شیعوں کو بھی ایک جلوس نکالنے کی اجازت دی گئی ہے جس میں وہ تاریخِ اسلامی سے اخذ کر کے چند واقعات بیان کریں گے۔ مسلمانوں میں اس اطلاع سے سخت بے چینی پیدا ہوئی اور انہوں نے ایک عام جلسہ کر کے احتجاج کیا۔ حکام نے جلسہ کے چار مقرروں کو گرفتار کر لیا۔ اور ۱۲ ربیع الاول کو مسلمانوں اور شیعوں کے درمیان کشمکش کا بہانہ کر کے مسلمانوں اور شیعوں کے جلوسوں کی ممانعت کا اعلان کر دیا۔

مسلمانوں کی احتجاجی سول نافرمانی

نوازا اور مسلم آزار حکمتِ عملی نے مسلمانوں کو مجبور کر دیا کہ وہ اپنے جائز مذہبی اور قانونی حق کی حفاظت کریں۔ اور ۱۲ ربیع الاول کو جلوسِ مدح صحابہ رضی اللہ عنہم نکالیں۔ مسلمانوں نے جلوس نکالا۔ مگر حکومت کی جانب سے مداخلت کی گئی۔ اور سات سو سے زیا دہ مسلمان گرفتار کر لئے گئے۔ شہر کے بعض معزز مسلمانوں نے حکام سے پھر گفت و شنید کی۔ مگر حکومت، اصلاحِ حال کے لئے تیار نہ ہوئی۔ تو مسلمانوں نے اپنی احتجاجی کارروائی کو جاری رکھا۔ اب تک کوئی ہزار مسلمان مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کے جلوس جیل جا چکے ہیں۔ اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔

